جلد 25 شمارہ 7 ماہ جولائی 2023ء ذی الحج / محرم الحرام 1445ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت

اللہ

محبت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض ومقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف وکرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب وعرفان اور اس کی رضا ولقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد وبغض، تجسّس وغیبت اور ہوا وہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم ورضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لا حاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالی کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح وخدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالی کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاری رح
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈار رح
بانی مجلّہ فلاح آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ

مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ

ای میل: info@tauheediyah.com Ph: 055-3411030

Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ 30/- روپے ✿✿✿ سالانہ فنڈ 300/- روپے

اس شمارے میں

دل کی بات

بانی سلسلہؒ نے سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم میں ذکر کے ساتھ اخلاق حسنہ کو بھی کلیدی اہمیت دی ہے۔ایک جگہ آپؒ نے لکھا ہے کہ ’’جو سالک ذکر تو کرتا ہے مگر اپنے اخلاق کا تزکیہ نہیں کرتا وہ ولی الشیطان تو بن سکتا ہے ولی الرحمٰن نہیں بن سکتا۔‘‘ اسی وجہ سے تعلیم پر عمل کرنے والے ہر توحیدی میں اخلاق حسنہ کی خوبی باقی تمام خوبیوں سے فائق ہوتی ہے اور اس میں سے بھی محبت کا جذبہ فروتر ہوتا ہے۔

اولیاء اللہ خدا شناسی میں انبیاء کے بعد بلند تر مرتبے کے حامل ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کی تعلیمات میں ہر اس بات پر زور دیا جاتا ہے جو خدا کے ہاں پسندیدہ ہے اور اخلاق حسنہ ان میں سب سے بلند ہے۔خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کا بلند تر مقام بتاتے ہوئے بھی اخلاق حسنہ کو بنیاد بنایا۔فرمایا: وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیم۔ (سورۃ القلم۔۴)اور بلاشبہ آپ ﷺ یقیناً خلق عظیم پر فائز ہیں۔خود آپ ﷺ نے فرمایا کہ انما بعثت لاتمم حسن الاخلاق (مجھے اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لئے مبعوث فرمایا گیا ہے۔) حضرت آدم علیہ السلام سے جو دین شروع ہوا اس کی تکمیل آپ ﷺ کی ذات بابرکات پر ہوئی۔اس میں سے اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لئے آپ ﷺ کی بعثت کے بطور خاص ذکر میں یقیناً اہل دانش کے لئے بہت غور کا مقام ہے۔

بانی سلسلہؒ نے روح کے سفر کو کثافت سے لطافت کی طرف سفر کا نام دیا۔

روح جو سفر عالم مادی سے شروع کرتی اور عالم مثال سے ہوتی ہوئی عالم امر حتیٰ کہ ذات بحت تک جا پہنچتی ہے۔اس میں سب سے بنیادی کردار اس کی لطافت کا ہوتا ہے۔اس بات کے اثبات میں آپؒ نے سورہ فاطر کی آیت ۱۰ کا حوالہ بھی دیا ہے۔ اِلَیۡہِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ وَ الۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُہٗ ۔ (اسی کی طرف چڑھتے ہیں پاکیزہ کلمات اور نیک عمل اسے بلند کرتا ہے)۔روح کے اس سفر میں اخلاق حسنہ کا کردار ایسا ہے جیسا گاڑی میں پٹرول کا۔انسانیت اپنے خالق کے قرب ومعرفت کا جو Maximum level (اعلیٰ مقام) حاصل کرسکتی تھی وہ آپ ﷺ کی ذات بابرکات کے ذریعے حاصل کرلیا اور آپ ﷺ کے متبعین نے بھی اس میں سے وافر حصہ پایا جو کہ سابقہ امتوں کے نصیب میں نہ ہوا۔اسی لئے آپ ﷺ کا فرمان عالی شان ہے کہ ''میری امت کے علماء کی مثال بنی اسرائیل کے انبیاء کی سی ہے''۔قرب وشناخت کی اس معراج کی وضاحت کے لئے ہی آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اخلاق عالیہ کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا۔اللہ کریم سے دعا ہے کہ ہمیں بھی اخلاق عالیہ کی وہ لطافتیں نصیب فرمائے کہ جس کے طفیل ہم بھی قرب خاص میں جگہ پائیں۔آمین۔

احمد رضا خان

مدیر مجلّہ فلاح آدمیت

پیامِ قرآن

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ (سورۃ الانعام ٦۔آیت ٥٢)

اور مت ہانک دے ان لوگوں کو کہ پکارتے ہیں پروردگار اپنے کو صبح اور شام اور چاہتے ہیں منہ اس کا، تم پر ان کے حساب سے کچھ نہیں اور ان پر تمہارے حساب سے کچھ نہیں، پھر انہیں تم دور کرو تو یہ کام انصاف سے بعید ہے۔

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ۔ (سورۃ الانعام ٦۔آیت ١١٩)

پس تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، وہ تو تم سے مفصل بیان کر چکا جو کچھ تم پر حرام ہوا، مگر جب تمہیں اس سے مجبوری ہو اور بے شک بہت سے اپنی خواہشوں سے گمراہ کرتے ہیں بے جانے، بے شک تیرا رب حد سے گزرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ۔ (سورۃ الانعام ٦۔آیت ١٢١)

اور مت کھاؤ اس چیز سے کہ نہیں یاد کیا گیا نام اللہ کا اوپر اس کے، اور تحقیق وہ البتہ فسق ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں چھونے کی بیع اور پھینکنے کی بیع سے منع فرمایا (چھونے کی بیع میں خریدنے والا پڑی ہوئی چیزوں میں سے کسی پر آنکھ بند کر کے ہاتھ لگاتا ہے، جس پر ہاتھ لگ جائے، اسے خریدنے کا پابند ہوتا ہے۔ پھینکنے کی بیع میں بیچنے والا آنکھ بند کر کے ایک چیز کو اٹھاتا ہے اور بغیر دیکھے خریدنے والے کی طرف پھینک دیتا ہے)۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھوڑے سے گر گئے تھے۔ جس سے آپ ﷺ کی پنڈلی یا کندھا زخمی ہو گئے اور آپ ﷺ نے ایک مہینے تک اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی۔ آپ ﷺ اپنے بالاخانہ پر بیٹھ گئے۔ جس کے زینے کھجور کے تنوں سے بنائے گئے تھے۔ صحابہ مزاج پرسی کو آئے۔ آپ ﷺ نے انہیں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور وہ کھڑے تھے۔ جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو فرمایا کہ "امام اس لئے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ رکوع میں جائے تو تم بھی رکوع میں جاؤ۔ اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔ اور اگر کھڑے ہو کر تمہیں نماز پڑھائے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔" اور آپ ﷺ انتیس دن بعد نیچے تشریف لائے تو لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے ایک مہینے کے لئے قسم کھائی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "یہ مہینہ انتیس دن کا ہے۔"

ابو وائل شفیق بن سلمہ سے روایت ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع اور سجدہ پوری طرح نہیں کرتا تھا۔ جب اس نے اپنی نماز پوری کر لی تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے نماز ہی نہیں پڑھی۔ ابو وائل راوی نے کہا، میں خیال کرتا ہوں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تو ایسی ہی نماز پر مر جاتا تو محمد ﷺ کی سنت پر نہیں مرتا۔

(کتاب الصلوۃ۔ صحیح بخاری)

ندائے عارف

(فرمودات شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب صاحب توحیدی مدظلہٗ)

(ماجد محمود توحیدی)

☆ اللہ سے آپ خود دعا کریں۔ایسے دعا کریں کہ جیسے کوئی لگن لگی ہوئی ہے۔ایسی دعا آپ خود اپنے لئے کریں۔بابا جی (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ) نے یہی دکھایا،ہمیں یہی سکھایا۔خود دعا کریں۔اس وقت جب کوئی آپ کو Disturb (پریشان) کرنے والا نہ ہواور پوری یکسوئی سے۔اللہ تعالیٰ وہی بات سنتا ہے جو آدمی یکسوئی سے اللہ کے سامنے پیش کرتا ہے۔آپ خود پیش کریں اللہ میاں کے سامنے اپنے مسائل تو دیکھیں اللہ میاں کیسے پاس کرتا ہے۔اللہ میاں قبول کر لے گا ان شاء اللہ۔

ہمارے بھائیوں میں سے ہی کوئی تھا۔اس نے بابا جی (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمتہ اللہ علیہ) سے عرض کیا کہ میرے لئے دعا کریں۔آپ نے آرام سے ان کی طرف دیکھااور پھر کہا کہ یار یہ تکلیف آپ کو ہے یا مجھے؟ اس نے کہا،جی مجھے۔کہتے ہیں کہ اس کو آپ زیادہ محسوس کرتے ہیں یا میں؟ اُنہوں نے کہا کہ جی میں زیادہ محسوس کرتا ہوں۔پھر فرمایا کہ اس کے ختم ہوجانے کے لئے آپ زیادہ شوقین ہیں یا میں؟ انہوں نے کہا جی کہ میں۔پھر فرمایا کہ اپنے لئے خود دعا کرو۔یہ سارا کچھ تو تم خود کر سکتے ہو۔میری حیثیت درمیان میں ایجنٹ کی ہے۔ایجنٹ اگر درمیان میں ہو یا نہ ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔آپ خود دعا کریں اور پورے خشوع وخضوع کے ساتھ دعا کریں،دیکھیں اللہ میاں کیسے سنتا ہے۔مجھ سے تکلیف

آپ کو زیادہ ہے، خواہش آپ کو زیادہ ہے، تمنا آپ کی زیادہ ہے، تو خود اپنے لئے کریں دعا۔ آپ تو ان (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ) کو اس پر یقین تھا۔

یہ دعا وغیرہ جو ہے یہ کبھی بھی رد نہیں جاتی لیکن اگر وہی نتائج حاصل کرنے ہیں، اگر اللہ اس کو آپ کے لئے بہتر سمجھتا ہے اور آپ Proper (صحیح) طریقے سے اپنا Case put up (مقدمہ دائر) کر لیں تو منٹ نہیں لگتا، اللہ تعالیٰ وہ قبول کر لیتا ہے۔ دیکھیں صحیح طریقے سے Case put up (مقدمہ دائر) کرنے کی بات ہے، وہ آدمی اپنے لئے خود کر سکتا ہے۔ دوسرا کوئی نہیں کر سکتا۔ دوسرا تو عام دعا میں دعا کر لیتا ہے۔ آگے اللہ جانے اور اس کی مخلوق جانے۔

(آن لائن محفل مورخہ ۲۵ ستمبر ۲۰۲۲ء کی گفتگو سے اقتباسات)

☆ سالانہ کنونشن ۲۰۲۲ء سے واپسی پر مریدین سلسلہ میں وقتی جذبات اور جوش و خروش کی بات پر فرمایا: ان جذبات سے دامے درمے سخنے بڑھنا چاہئے پھر پیچھے نہیں ہٹنا چاہئے۔ ہمارے عام مسلمان جو ہیں ہم سارے جذباتی لوگ ہیں، جذبات میں فوراً آتے ہیں، ابال آتا ہے بڑا زبردست۔ اس میں بجائے اس کے کہ کوئی ترقی ہو، کوئی کام ہو، یہ آہستہ آہستہ کم ہونا شروع ہو جاتا ہے اور بالآخر ہم خود ہی سو جاتے ہیں۔ جذبات بھی سو جاتے ہیں اور ہم بھی سو جاتے ہیں ہمارے اندر کچھ بھی نہیں رہتا۔ یہ غلط بات ہوتی ہے۔ یہ جذبات جو ہیں ان سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جو یہ وقتی جذبات ہوتے ہیں یہی بڑا کام کر جاتے ہیں۔ ان کو ایسے نہیں جانے دینا چاہئے، ان کو قابو رکھنا چاہئے، اور ان کو بڑھانا چاہئے پھر فائدہ ہوتا ہے۔ یہ جذبہ ہی ہے جو ہر جگہ، ہر قدم پر کام آتا ہے۔ میدان جنگ میں گولیوں کے بوچھاڑ ہوتے ہیں لیکن وہاں یہ جذبہ ہوتا ہے، جوش ہی ہوتا ہے کہ ہم نے یہ کام کر کے رہنا ہے۔ مرتے ہیں، شہید ہوتے ہیں،

زخمی ہوتے ہیں، گرتے ہیں، پڑتے ہیں، بالآخر اللہ میاں کامیاب کر دیتا ہے۔ یہ جذبہ ہی ہوتا ہے سراسر۔ اگر ہم بھی ایسے جذبے سے کام لیں۔ کسی بھی کام میں، کسی بھی میدان میں تو اللہ ہمیں ضرور کامیاب کرے گا۔ اللہ میاں کسی کی Struggle (جدوجہد) کو نا کام نہیں کرتا۔ کبھی بھی ضائع نہیں کرتا۔ یہ اللہ کی سنت ہے۔

☆ اچھے کام کریں۔ بعض دفعہ اچھی بات جو ہے وہ مشہور ہو جاتی ہے۔ جاپان کے متعلق مجھے کسی نے بتایا کہ وہاں اگر رستے پر جاتے ہوئے کوئی چیز گر جائے تو اسے کوئی نہیں اُٹھاتا۔ جتنی مرضی قیمتی ہو، وہیں پڑی رہتی ہے، اُٹھاتا نہیں ہے کوئی۔ یہ اچھی باتیں ہیں۔ دیانت داری ہے یہ اچھی باتیں ہوتی ہیں۔ یہ اُن کی بات یہاں مجھ تک پہنچی ہے، پتا نہیں اور کہاں کہاں پھیلی ہو گی اور اُس قوم کے متعلق کتنا اچھا Impression (تاثر) بن گیا ہو گا۔ یہ ساری باتیں ایک آدمی سے چل کر آگے آتی ہیں پھر اس میں قوم پوری آجاتی ہیں۔ ایسے ہی ترقیاں ہوتی ہیں۔

☆ یہ چیزیں جو آپ نوٹ کرتے ہیں کہ یہ ہے اور وہ ہے، یہ سب توجہ ہوتی ہے۔ ایک دوسرے پر اس کا اثر ہوتا ہے۔ جس کی توجہ زیادہ ہوتی ہے اس سے کم والوں کو توجہ ملتی رہتی ہے۔ یہی اصلاح کا ذریعہ بنتا ہے۔ یہ آپ کا جو خیال ہے یہ بے کار چیز نہیں ہے۔ آپ کے خیال کا بھی اثر ہوتا ہے اور خیال بعض دفعہ مجسم ہو کے آدمی کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے: السلام علیکم۔ میں آگیا ہوں۔ بتائیں۔ پتا ہے آپ کو اس بات کا؟ آپ کا خیال جو ہے ناں، خیال، کسی چیز کے متعلق آپ کا خیال ہو اور وہ مسلسل آتا رہے تو کسی دن وہ مجسم ہو کے آپ کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے: ہاں جی۔ میں آگیا ہوں۔ مجھے بہت یاد کرتے تھے آپ۔ وہ آپ کا خیال ہوتا ہے۔ آپ نے تعمیر ملت نہیں پڑھی ناں۔ یہی تو بات ہے۔ آپ لوگ کتابیں نہیں پڑھتے۔ میں اب بار بار کیا کہوں۔ کہاں تک کہوں۔ بابا جی (انصاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ) نے یہ سب لکھا ہوا ہے کہ خیال بھی مجسم ہو جاتا ہے۔ کتابیں پڑھیں۔

باباجی کی کتابیں آپ پڑھیں۔تعمیر ملت۔ایک بار اگر آپ کو ایک نئی بات نظر آئی، دوسری دفعہ آپ پڑھیں تو آپ کو اس سے کوئی اور نئی بات نظر آئے گی۔یہ عجیب بات ہے ویسے اُس کتاب میں۔اسی بات کے لئے اور ایسے لوگ جو ہمارے مرید نہیں ہیں ان کے ٹیلی فون آتے ہیں کہ وہ کتاب عجیب ہے۔ہمیں بھیجو۔ہم یہاں سے کتابیں انہیں بھیجتے رہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کتاب کو ایک دفعہ پڑھو تو کچھ اور ہوتا ہے۔دوسری دفعہ پڑھو تو کچھ اور ہوتا ہے۔اس کتاب کو ذہن سے پڑھو۔اس کتاب کو بار بار پڑھو۔خیال سے۔آپ کو اس میں سے بھی اتنی توجہ آئے گی کہ آپ سوچ نہیں سکتے۔آپ پڑھا کریں کتاب تعمیر ملت۔یہ تو عام ہے۔ ویسے آپ لوگوں کے لئے خاص طور سے چراغ راہ ہی ہے۔اس میں تصوف کے بارے میں یہ کتاب شروع سے لڑھکنے سے عروج تک پہنچنے تک آپ کو پہنچا دیتی ہے۔لڑھکتے ہو زمین پر، وہاں سے اُٹھنا شروع کرتے ہو اور عرش تک پہنچ جاتے ہو۔یہ چراغ راہ ہے۔پڑھا کرو، کتابیں پڑھا کرو۔

☆ درود شریف جو بھی پڑھ لیں ٹھیک ہے۔**صلی اللہ علیٰ محمد۔صلی اللہ علیک یا رسول اللہ**۔یعنی جو چھوٹے سے چھوٹا درود جو آپ آسانی سے ایک ہزار دفعہ پورا کر سکیں، پڑھ لیا کریں۔اُس میں بھی بس دلجمعی کے ساتھ،توجہ کے ساتھ پڑھیں۔تھوڑا بھی ہو جائے تو وہ بھی بہت ہے۔توجہ کے ساتھ۔بے خیالی میں نہیں۔بے خیالی میں پتا ہے درود شریف پڑھنے سے آپ کی نماز میں سجدہ سہو آ جاتا ہے۔پتا ہے؟ آپ جب نماز پڑھتے ہیں، **التحیات** پر بیٹھے ہیں۔چار رکعت کی نماز ہے۔**اشہد اللہ** کے بعد آپ نے اٹھنا ہوتا ہے۔ غلطی سے آپ نے **اللھم صلی علیٰ** کہہ دیا تو آپ کی نماز میں سجدہ سہو لازم ہو گیا۔پتا ہے؟ وہ صرف اس لئے کہ وہ بے خیالی میں، بغیر ارادے کے آپ نے پڑھا ہے۔اس لئے یہ جو درود شریف پڑھنا ہے، یہ بھی پورے خیال اور پوری توجہ سے پڑھیں، پھر قابل قبول ہو گا۔

یہ فتویٰ امام الاعظم نے خود دیا تھا۔ جب آپ نے یہ فتویٰ دیا کہ چار رکعت کی نماز میں دوسری رکعت میں التحیات کے بعد درود شریف پڑھ لیا آپ نے تو آپ پر سجدہ سہو لازم ہو گیا تو حضور ﷺ خواب میں آپ سے ملے کہ واہ آپ نے تو کمال کر دیا کہ درود شریف پڑھنے پر جرمانہ دینا پڑے گا۔ جو درود شریف پڑھے گا اسے جرمانہ دینا پڑے گا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں نے بے خیالی میں اور بے توجہی سے درود شریف پڑھنے کا جرمانہ رکھا ہے۔ ایسے جرمانہ نہیں رکھا۔ آپ ﷺ اس پر خوش ہو گئے۔

☆ سالانہ کنونشن ۲۰۲۲ء کی بات ہو رہی تھی جس پر قبلہ بابا جان نے ایک بھائی سے پوچھا کہ کیا آپ نے کچھ نوٹ کیا اس جماعت کا یا اپنے کسی ساتھی کا؟ ہماری اگر اصلاح کرنی ہے تو ایسے کرتے ہیں آپ کہ وہاں دیکھتے ہیں، نوٹ کرتے ہیں کہ اگر کوئی Negative point (منفی پہلو) ہو تو ہمیں بتاتے ہیں کہ یہ کام اس دفعہ ایسا ہوا ہے، آئندہ کے لئے خیال کریں۔ تو آپ نے ایسا کچھ نوٹ کیا؟ جواب ملا: نہیں بابا جان میرے ذہن میں تو نہیں آئی اس طرح کی کوئی بات، تنقیدی بات یا کوئی Negative point۔ اس جواب پر فرمایا: اچھا چلو۔ الحمد للہ۔ اس دفعہ تمہیں پتا نہیں تھا ناں، اس لئے تم نے خیال نہیں کیا۔ تم پہلی دفعہ آئے تھے۔ تمہیں پتا ہے ناں، وہ کہتے ہیں کہ

مکتبِ عشق کا دستور نرالا دیکھا
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

تو یہاں Negative point (منفی پہلو) دیکھنے پڑتے ہیں تاکہ ہم چھٹی دینے سے انکار کر سکیں کہ نہیں بھئی آپ کو چھٹی نہیں مل سکتی۔

☆ سلسلہ کی بات کریں تو پیارے انداز میں۔ پیار تو آپ میں ویسے بھی بہت ہے۔ آپ پیار کریں گے تو دوسرے قائل ہو جائیں گے۔ آپ پیار کریں۔ ان شاء اللہ دوسرے ٹھیک

ہو جائیں گے۔حلقۂ ذکر کے بعد تھوڑی سی گفتگو کر لیا کریں۔یہ گفتگو کا دائرہ بھی اپنی تعلیم کے گرد چلے اسی سے علم میں اضافہ ہوتا رہے گا۔بھائیوں کے بھی آپ کے بھی۔اپنی تعلیم جو ہے۔تو حید یہ۔اس کے گرد گھومے آپ کی بات چاہے دو منٹ ہو، چار منٹ ہو، یا دس منٹ ہو۔اسی کے متعلق بات کریں۔اپنی پوری کتابیں پڑھیں پھر اس کو اپنے الفاظ میں بیان کر لیا کریں۔اس سے آپ کو بھی فائدہ ہوگا اور آپ کی بات دوسروں تک فوراً پہنچے گی۔اس سے بڑا فائدہ ہوگا آپ کو بھی اور بھائیوں کو بھی۔

(آن لائن محفل مورخہ ۳۰ اکتوبر ۲۰۲۲ء کی گفتگو سے اقتباسات)

☆ زندگی میں اگر ہل جل نہ ہو تو پھر زندگی کا احساس نہیں ہوتا، پتا نہیں لگتا کہ میں زندہ ہوں یا مردہ۔یہ کوئی تکلیف ہو، کوئی خوشی ہو، کہیں ملنا جلنا ہو، بھاگ دوڑ ہو تو اس سے پتا چلتا ہے کہ میں زندہ ہوں۔اسے زندگی کہتے ہیں۔زندگی کا حصہ ہیں یہ، یہ نہ ہوں تو پھر تو آدمی مردہ ہے۔اس کو زندگی کا حصہ سمجھیں اور یہ سارا کچھ آپ کی بہتری کے لئے ہوتا ہے۔خدانخواستہ خدا نخواستہ اللہ میاں ظالم نہیں ہے۔وہ پیار کرتا ہے آپ سے۔یہ اس کی یاد کے طریقے ہیں۔کسی کو کس طرح یاد کرتا ہے، کسی کو کس طرح یاد کرتا ہے۔اس پر یہ سمجھیں کہ اللہ نے مجھے اس طرح یاد کرنا پسند کیا ہے تو الحمد للہ میں بھی خوش ہوں۔اللہ خوش ہے تو میں بھی خوش ہوں۔اسے ہی تسلیم و رضا کہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو ہمت دے۔یہ مسائل جو ہیں یہ حل ہو جاتے ہیں بیماری ہو، جتنی مرضی تکلیف ہو، اللہ زندگی دے، اگر زندگی ہے تو یہ ٹھیک ہو جاتی ہے۔بیماری کے بعد انسان اللہ کا جتنا شکر گزار ہوتا ہے آپ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔کہیں موقع ملے تو اندازہ لگانا کہ کتنی خوشی ہوتی ہے اور آدمی اللہ کا کتنا شکر ادا کرتا ہے۔اس لئے یہ بھی نعمت ہی ہے۔بس اللہ والے تو ایسے ہی ہیں۔اس میں بھی اپنے لئے جواز پیدا کر لیتے ہیں کہ یہ اللہ کی

طرف سے نعمت ہے۔آپ لوگ تو اللہ والے ہیں اس کو زحمت مت سمجھیں۔اس کو رحمت ہی سمجھیں۔اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔دکھ تکلیف سے آپ سب کو بچا کے رکھے اور اپنی یاد سے نوازے۔

تکلیفیں بھی نعمت ہی ہوتی ہیں۔یہ زندگی کا حصہ ہیں۔ان کو اس طرح نہیں لینا چاہئے کہ دل پر لے بیٹھیں اور انہیں کے پیچھے پڑ جائیں۔جائیں گی وہ اپنے وقت پر۔اس لئے ان کے پیچھے پڑیں نہیں۔ان کا مداوا کریں ضرور۔ان کا علاج کریں۔ان کا ہر طرح خیال کریں مگر دل پر لے کر بیٹھیں نہیں کہ ہم تو اب پھنس گئے ہیں۔ایسی بات نہ ہوتی ہے اور نہ کریں۔اللہ میاں آرام دینے کے لئے ہی تکلیف دیتا ہے۔تاکہ میں انہیں آرام دوں اور یہ پھر میرا شکر ادا کریں۔آپ لوگوں کی برداشت جو ہے اسے بڑھایا جاتا ہے۔یہ برداشت جو ہے یہ ایسی نعمت ہے کہ اس کا نعم البدل کوئی ہے نہیں۔کسی تکلیف میں،کسی واقعے میں آپ جب برداشت کرتے ہیں،آپ کو اتنی فکر نہیں ہوتی جتنا اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بدلہ دے دیتا ہے۔برداشت بڑی نعمت ہے۔یہ تکلیفیں آنے سے آدمی برداشت کرنا سیکھتا ہے۔اس کے علاوہ سیکھ ہی نہیں سکتا۔یہ ساری باتیں بطور توحیدی ہونے کے ان کو نعمت سمجھیں اور ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔عبرت حاصل کریں کہ یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے ہمیں یاد کیا۔میں نے اپنے گھروں میں بھی اکثر لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ بیماری میں بھی وہ کہتے ہیں کہ اللہ کو میری یاد آئی ہے،اللہ نے مجھے یاد کیا ہے،میں بیمار ہوگیا۔یہ ایسے سوچنا چاہئے پھر تکلیف بھی کم محسوس ہوتی ہے،خوشی بھی ہوتی ہے،اور اللہ بھی خوش ہوتا ہے۔ساری باتیں ساتھ ساتھ ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا شکر کریں اور بہت شکر کریں اللہ کا تاکہ اللہ راضی ہو جائے کہ میں نے ایسا کیا تو چلو میرے بندے نے میرا شکر ادا کیا ہے۔اللہ کا شکر ادا کرنے کا طریقہ آتا ہے؟ بہت زیادہ اللہ اللہ کرو، اللہ کے رسول ﷺ پر درود شریف بھیجو،اور اللہ کو خوش کرو۔

وہ خوش ہو جائے گا کہ میں نے ان پر احسان کیا ہے تو انہوں نے شکر ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ کون شکر ادا کر سکتا ہے اس رب العزت کا؟ وہ تو بہت بڑی ذات ہے۔ لیکن آپ جو کوشش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کی قدر کرتا ہے۔ ایسی بات نہیں ہے کہ وہ ضائع جائے۔ جو جتنی تھوڑی بہت بھی کوشش کرتا ہے ناں، اللہ اس کی قدر کرتا ہے اور وہ خود کہتا ہے کہ میں کسی کی نیکیوں کو ضائع نہیں کرتا۔ ایسا پیارا مہربان اور کہاں ہو سکتا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میں کسی کی نیکیوں کو ضائع نہیں کرتا۔ بس آپ لوگ شکر کریں، اللہ قبول کرے گا آپ پر اور اپنی رحمتیں کرے گا۔

☆ جب پیار ہے سب میں تو انہیں دیکھ کر تو پیار ہی آتا ہے۔ جب آگے سے پیار چلتا ہے تو پھر تو پیار ہی آتا ہے۔ ما شاء اللہ۔ اللہ کا بڑا احسان ہے ہمارے بھائیوں پر۔ بڑی بات ہے۔ یہ ہمارے بھائی جانتے ہیں کہ یہ کیا چیز ہے، اور کسی کو پتا نہیں ہے۔ سکون اور پیار جو ہے یہ خریدنے والی چیزیں نہیں ہیں کہ بازار سے ملتی ہیں، جاؤ، دس پیسے خرچ کرو اور لے آؤ۔ یہ اللہ کی عطا ہے۔ آپ لوگوں کو دی ہوئی ہے اللہ میاں نے۔ عطا ہے خاص اور اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اللہ کی عطا کی کوئی قیمت نہیں ہوتی یہ یاد رکھیں۔ یہ اللہ کی عطا ہے۔ تھوڑی ہے یا زیادہ ہے۔ لیکن ہے اس کی عطا اور بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے یہ اللہ میاں نے صرف آپ لوگوں کو عطا کی ہے۔ سبحان اللہ۔

(آن لائن محفل مورخہ ۶ نومبر ۲۰۲۲ء کی گفتگو سے اقتباسات)

سچے مرشد کی تلاش

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

مجھے مطلق یاد نہیں کہ مجھے تصوف اور فقیری کا ذوق کب سے پیدا ہوا۔ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ جب سے آنکھ کھولی اور ہوش سنبھالا اپنے آپ کو فقر و تصوف کے جال میں پھنسا ہوا پایا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ میرے دادا حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ نہ صرف اپنے وقت کے ایک جید عالم بلکہ ایک بہت بلند پایہ ولی اللہ بھی تھے۔ میں نے انہی کی آغوش محبت میں آنکھ کھولی اور دس برس کی عمر تک انہی کے سایہ شفقت میں پروان چڑھا۔ دادا صاحب کے پاس ہر قسم کے بزرگ آتے تھے اور دس پانچ تو ہر وقت موجود ہی رہتے تھے۔ ان میں مولوی بھی ہوتے تھے اور صوفی بھی۔ اول درجے کے متشرع بزرگوں سے لے کر رسول شاہیوں، قلندروں بلکہ ملنگوں تک ہر قسم کے لوگوں کو میں نے دیکھا اور ان سے نادانستہ طور پر طرح طرح کا تاثر حاصل کیا۔ میں دس برس کا تھا کہ دادا صاحب کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت سے بیس برس کی عمر تک برابر اس کوشش میں رہا کہ کسی بزرگ سے بیعت ہو کر باقاعدہ سلوک طے کروں اور اس غرض سے سینکڑوں بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جہاں کسی اچھے بزرگ کی خبر سنی وہیں پہنچا لیکن کہیں بھی طبیعت نہ جمی۔

دادا صاحب کے فیض تربیت اور تعلیم سے طبیعت میں توحید کا رنگ بہت گہرا ہو گیا تھا اور ایک ایسے بزرگ کی جستجو تھی جو شریعت کا پابند ہونے کے ساتھ ساتھ روشن خیال بھی ہو۔ تنگ خیالی سے مجھے بچپن ہی سے کوفت ہوتی تھی۔ میں صرف کشف و کرامات کو بزرگی کا ثبوت

نہ جانتا تھا۔ مجھے تو ایسے بزرگ کی تلاش تھی جو صاحب علم، صاحب عرفان اور صاحب تحقیق ہو کشف و کرامات دکھانے والے تو بہت مل جاتے ہیں لیکن عارف محقق کہاں نظر آتے ہیں۔ چنانچہ دس سال اسی بے چینی اور تگ و دو میں گزر گئے۔

ان دس سالوں میں سینکڑوں فقیروں سے ملنا ہوا۔ عجب عجب رنگ کے لوگ دیکھے۔ زیادہ تر تو ایسے لوگ ملے جو بالکل جھوٹے اور جعلساز تھے۔ فقیری کی الف بے تے بھی ان کو نہ آتی تھی۔ صرف لباس فقیرانہ تھا اور کچھ شعبدے اور چٹکلے جانتے تھے۔ کوئی روپیہ کو مٹھی میں بھینچ کر دودھ نکال دیتا تھا۔ کوئی پانی دم کر کے اس کو میٹھا کر دیتا تھا۔ کوئی سونا اور چاندی بنا کر دکھا دیتا تھا۔ کوئی زیور اور نوٹ دگنے کر دیتا تھا۔ دنیا تھی کہ ان کے شعبدوں کو کرامات سمجھ کر اس طرح ٹوٹی پڑتی تھی جیسے شہد پر مکھیاں۔ لیکن میں نے جب ان کو قریب سے دیکھا اور رازہائے اندرون پردہ معلوم کیے تو یہ ظاہر ہوا کہ وہ سب جھوٹے، دغاباز، انتہائی گندے اور بے ایمان بلکہ بدمعاش تھے۔ ان کے علاوہ ایک اور گروہ سے سابقہ پڑا یہ لوگ عملیات اور تعویذ گنڈوں کے بل بوتے پر فقیری کرتے تھے۔ ان میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جن کے تابع کوئی موکل یا ہمزاد تھا۔ ان کی سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ لوگوں کو کہیں سے کوئی چیز منگا دیتے تھے یا ان کے گھر کی کوئی بات بتا دیتے تھے۔ ان میں ایسے بدمعاش بھی تھے جو اپنے موکل یا جن کو حکم دیتے کہ فلاں عورت کے سر پر سوار ہو جاؤ۔ پھر خود عامل بن کر وہاں پہنچتے اور اس خبیث کو اتار کر خوب روپیہ بٹورتے۔ ان میں کوئی ایسا بھی تھا جو اپنے موکل کے ذریعے بیماروں کا مرض معلوم کر کے بیان کر دیتا اور پھر گنڈے تعویذ سے اس مرض کا علاج کرتا اور سینکڑوں روپے فیس لیتا۔ دہلی میں ایک ایسے ہی عامل کو میں نے دیکھا جس نے اس کام

سے لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپیہ کمایا اور سینکڑوں ایکڑز مین خریدی۔تعویذ گنڈے کرنے والوں میں خال خال ایسے لوگ بھی دیکھے جونہایت نیک اور عبادت گزار تھے اوران کے عملیات سے خلق خدا بہت فائدہ اٹھاتی تھی۔لیکن تصوف اور سلوک سے یہ لوگ بھی بالکل نابلداور محض ناآشنا تھے مگرلوگ ان کوولی اللہ سمجھ کران سے مرید ہوتے اور خوب نذرانے دیتے تھے۔

ایک اور گروہ دیکھا یہ لوگ آبادی سے باہر تکیوں اور خانقاہوں میں رہتے تھے۔شرع سے بالکل بے نیازاور شرعی عبادات سے بالکل ناآشنا۔دن رات چرس کے دم لگاتے'بھنگ کے پیالے چڑھاتے اور ہر وقت ہوحق مچاتے تھے۔

یہ لوگ بدن پر بھبوت ملتے'ہاتھوں میں لمبے لمبے چمٹے اور سر پر بڑے بڑے بال رکھتے تھے اوراپنے آپ کوملنگ اور قلندر کہتے تھے۔میں نے ان لوگوں میں بھنگ اور چرس کے سوا اورکوئی بدچلنی یابدکاری نہیں دیکھی اوراگر ہوتو خدا ہی جانتا ہے۔تعجب تو یہ ہے کہ ان میں سے بعض بعض میں بے پناہ روحانی قوت تھی ایک ہی نظر میں انسان کا قلب جاری کردیتے تھے۔ یہ بیماروں کا علاج بھی کرتے اور ایک چٹکی راکھ یا ایک گھونٹ پانی سے بڑی بڑی پرانی بیماریاں منٹوں،سیکنڈوں میں دور ہو جاتی تھیں۔ان میں کشف بھی اعلیٰ درجہ کا تھا۔ماضی کا حال ایسے بیان کرتے جیسے آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں۔مستقبل کی بابت پیشین گوئیاں بھی کرتے جو اکثر ٹھیک ہوتی تھیں۔ان کی طرف میرے دل نے بہت رجوع کیا لیکن دادا صاحب کی دی ہوئی تعلیم آڑے آئی اور میں نے باوجودان کرامات کےان سے بھی کنارہ کشی اختیار کرلی۔

ایسے لوگ بھی دیکھے جو بڑے پاک باز عابد وزاہد اور مرتاض تھے۔یہ دنیا سے الگ

پہاڑوں اور جنگلوں میں رہتے اور دن رات اللہ اللہ کرتے تھے۔ یہ واقعی بزرگ تھے۔ کشف و کرامات ان کے لیے بہت معمولی بات تھی۔ میرے دل میں اب بھی ان کی عزت و محبت اور بڑی قدر و منزلت ہے لیکن ان میں بھی ایک نقص تھا۔ یعنی ان کی زندگی رہبانیت کی زندگی تھی اور رہبانیت خلاف اسلام ہے۔ اس لیے میں نے ان سے ملنا اور ان کے پاس جانا بھی چھوڑ دیا۔

ان کے علاوہ ایک اور جماعت سے شرف نیاز مندی حاصل ہوا۔ یہ علمائے دین کی جماعت تھی۔ یہ بھی صوفیوں کی طرح عوام کو بیعت کرتے اور ہزارہا مریدوں کو ہدایت فرماتے تھے۔ لیکن ان میں سے خال خال ہی ایسے تھے جو تصوف والی روحانیت کے حامل ہوں زیادہ تعداد ایسے بزرگوں کی تھی جو صرف تقویٰ و عبادت کے لیے بیعت کرتے تھے۔ یعنی صرف صاحب قال تھے صاحب حال نہ تھے۔ بہر حال اس جماعت کے پاس بھی میرے درد دل کا مداوا نہ تھا۔ تاہم میں ان کے کام کو عوام کے لیے مذہبی نقطۂ نظر سے بہت اہم اور لازمی سمجھتا ہوں۔

ایک ایسی جماعت بھی دیکھی جو سرتاپا تصوف کے رنگ میں ڈوبی ہوئی تھی اور اس کے افراد ہر لحاظ سے صوفی اور بزرگ نظر آتے تھے۔ میرا اشارہ ان پیروں اور بزرگوں کی طرف ہے جو بڑی بڑی درگاہوں اور آستانوں کے سجادہ نشین تھے۔ ان میں کثیر تعداد ایسے پیروں کی تھی جو صرف ظاہری رکھ رکھاؤ اور آستانی شان و شوکت کی وجہ سے مرجع خلائق تھے ورنہ حقیقتاً روحانی طاقت اور معرفت و حقیقت کے لحاظ سے صفر ہی تھے۔ ہاں جہاں تک کتابی مسائل تصوف کا تعلق ہے خاصہ اچھا علم رکھتے تھے۔ پھر بھی اس جماعت میں کئی بزرگ ایسے ملے جو تصوف کے ظاہری علم کے ساتھ ساتھ باطنی دولت سے بھی مالا مال تھے اور انہی میں سے

بعض بعض کو علم معرفت بھی خوب حاصل تھا۔ان بزرگوں میں کسی نہ کسی سے میں ضرور بیعت ہو جاتا ۔لیکن ایک بات مانع ہوئی اور وہ تھی ان کی درباروداری، دنیوی شان وشوکت اور کروفر' فقیرانہ سادگی ایک جگہ بھی نظر نہ آئی۔ ہر ایک آستانہ کے ساتھ صاحب آستانہ کے آباؤ اجداد کی ایک دو قبریں ضرور تھیں جن کا احترام اس قدر کیا جاتا تھا جو کعبہ کے احترام سے بھی بڑھ جاتا تھا اور پوجا کی حد تک پہنچ جاتا تھا۔بہت سے آستانوں کے صاحبان سجادہ ان قبروں سے بھی زیادہ پوجے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کو باقاعدہ سجدے کیے جاتے تھے اور یہ سب باتیں اس تعلیم کے خلاف تھیں جو مجھے ملی تھی۔

مختصر یہ کہ دس برس اسی تلاش وطلب میں گزر گئے ۔لیکن اس زمانہ میں جو علم اور تجربہ فقیری کی بابت ہوا اور وہ بہت ہی بیش قیمت تھا۔ بزرگوں اور فقیروں کی ملاقات کے علاوہ اسی زمانہ میں تصوف کی بہت سی کتابوں کا مطالعہ بھی کیا۔

دادا صاحب مرحوم ایک بہت بڑا کتب خانہ بھی چھوڑ گئے تھے جس میں کم وبیش دو ہزار کتابیں سیر وسلوک اور تصوف پر تھیں ۔ان میں سے کئی سو کتابیں پڑھ ڈالیں ۔اگر چہ بہت سی کتابیں مطلق سمجھ میں نہ آئیں تاہم کچھ نہ کچھ حاصل ہو ہی گیا۔آخر کار اس تلاش وطلب کا نتیجہ نکلا اور بہت اچھا نکلا۔سچ ہے دیر آید درست آید۔

مرکزیت

(عبدالرشید ساہی)

نبی مکرم ومحترم ﷺ پر کروڑوں بار ہدیہ درود وسلام جن کی شان میں ارشاد ربانی ہے "اللہ وہ ہے جس نے اپنا رسول ہدایت و دین حق کے ساتھ بھیجا"

کوئی جماعت ہو یا قوم مرکزیت انتہائی اہم ہوتی ہے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

قوموں کیلئے موت ہے مرکز سے جدائی
ہو صاحب مرکز تو خودی کیا ہے خدائی

آج تک جتنی سرفروش اور پاکباز ہستیاں گزر چکی ہیں یا موجود ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان سے کسی نہ کسی مرکز کی پیداوار ہیں اور کسی نہ کسی کے فیض نظر کا شاہکار ہیں۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا
نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے

علی گڑھ سکول ہو، کالج اور یونیورسٹی ہو، دیوبند مدرسہ ہو یا بریلی کی درسگاہ ہو القاہرہ یونیورسٹی ہو یا مدینہ یونیورسٹی ہو، مجاہد اور سکالر انہی کی بدولت تیار ہوئے ۔مرکز تعمیر ملت یہ بھی ایسی ہی کاوش کی لڑی ہے خدا کرے اس روحانی مرکز سے بھی ایسے ایسے سرفروش اور جواں ہمت انسان تعمیر ہوں جو قوم کی تقدیر کے دھارے کو بدل کر رکھ دیں اور ملت اسلامیہ کے پاسبان ثابت ہوں۔

ہم سرراہ لئے بیٹھے ہیں اک چنگاری جس کا جی چاہے چراغ اپنا جلاتا جائے۔

ربِّ کبریا کی برکتیں اور رحمتیں لگا تار نزول فرما رہی ہیں سینوں میں سرمدی نغمے گونج رہے ہیں فضا اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کی خوشبو سے معطر ہے دلوں کی دھڑکنیں اللہ اللہ کہہ رہی ہیں کون اللہ ۔ وہی اللہ ہمارا معبود اللہ ہمارا مقصود اللہ ، ہمارا مطلوب اللہ ، وہی اللہ حاجت روا ۔ مشکل کشا اللہ ، سمیع و بصیر اللہ ، غفور الرحیم اللہ ۔ یا حی و یا قیوم اللہ ، لطیف و خبیر اللہ ، الملک القدوس اللہ، جبار اللہ، رزاق اللہ ۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

تو نے یہ کیا غضب کیا مجھ کو بھی فاش کر دیا

میں ہی تو اک راز تھا سینہ کائنات میں

اللہ ربّ العزت نے اپنی ذات کی وسعت جتانے اور اپنی سلطنت کی وسعت بتانے کے لئے سورۃ الرحمٰن میں تمام جنّوں اور انسانوں کو چیلنج کیا ہے کہ اگر سکت رکھتے ہو تو میری حکومت کی حدوں سے نکل کر دکھاؤ لیکن نکل نہیں سکو گے "غور طلب مقام ہے اس کی حکومت میں رہنا اور اس سے بغاوت کرنا یہ نادانی کی حد ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اور اپنے پیارے رسول ﷺ کی مکمل اطاعت نصیب فرمادے۔ دیدار الٰہی ہی انسانی حیات کا پہلا اور آخری مقصد ہے۔

کامل ہے جو ازل سے وہ ہے کمال تیرا باقی ہے جو ابد تک وہ ہے جلال تیرا

گو حکم تیرے لاکھوں یاں ٹالتے رہے ہیں لیکن ٹلا نہ دل سے ہرگز خیال تیرا

ہے تیرے سوزِ نفس سے کارِ عالم استوار تو نے جب چاہا کیا ہر پردگی کو آشکار

تخلیق آدم کا مقصد اور نصب العین اخلاقی کمال کا حصول ہے اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں: "میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں"۔ اس آیت مبارک میں تخلیق آدم کی غرض و غایت اور مقصد کو

بڑی صراحت کے ساتھ بیان فرمادیا گیا ہے انسان کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی کسی اپنی حاجت کے لئے نہیں تھا کیونکہ وہ ذات تو بے نیاز ہے اس نے انسان کو محض اس لئے پیدا فرمایا کہ انسان خدائی اطاعت میں زندگی بسر کر کے اخلاقی کمال حاصل کر سکے اس کی بندگی کے شعور میں انسان کی اپنی ہی بھلائی ہے۔ نبی مکرم ومحترم ﷺ کی حدیث گرامی سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ "قیامت کے روز مومن کے نامہ اعمال میں سب سے وزنی چیز خوش خلقی ہوگی"

اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم کا موضوع ہی انسان ہے اس لئے رحمٰن، قرآن، اور انسان لازم وملزوم ہیں رحمٰن نے قرآن مجید کے ذریعے سے انسان کو تمام ضابطے اور قوانین جو کہ کامیاب ترین زندگی گزارنے کا فارمولا ہے بتادیئے ہیں تاکہ انسان اپنی زندگی کی راہوں کا صحیح تعین کر سکے اور مادی لذات کے اندھیروں سے نکل کر رحمٰن کی محبت بھری بندگی والی پرنور شاہراہ پر گامزن ہوکر اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کر سکے انسان کو خلافت ارضی کا اعزاز دینے کیلئے پیدا کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر اپنی روح کا فیض ڈالا اور اسے تمام تر علوم سکھادیئے تاکہ وہ اپنی زندگی میں تمام مادی قوتوں کو تسخیر کر کے اپنے تصرف میں لائے اور ان سے بھرپور استفادہ کر سکے انسان کو کائنات میں اللہ نے اشرف المخلوقات کا منصب عطاء فرمایا اور ملائکہ سے اس کو سجدہ بھی کروایا اور ساتھ ساتھ یہ بھی بتادیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی بندگی کیلئے پیدا فرمایا ہے اور اس عظیم ذمہ داری کو نبھانے کے لئے عالم ارواح میں اس سے عہد بھی لیا ہے جسے عہد الست کہا جاتا ہے۔ انسان خدائی راز ہے اور خود خدا انسان کیلئے راز ہے۔

لاکھوں پروانے جلے یہ راز پانے کے لئے
شمع جلنے کے لئے ہے یا جلانے کیلئے

اللہ تعالیٰ نے ایک خصوصی امانت بھی اس کے سپرد کی ہے جس کی وجہ سے اس کو

اعمال کا ذمہ دار بھی ٹھہرایا گیا ہے اور حیات ارضی کے دوران اس کی کارکردگی کے مطابق روزِمحشر اس کو جزا یا سزا دی جائے گی انسان کو یہ راز بھی بتا دیا گیا کہ زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے وہ سب تمہارے لئے بنایا گیا ہے لیکن تمہیں اپنی محبت اور پہچان کیلئے بنایا ہے۔

علامہؒ فرماتے ہیں

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے
جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کیلئے

انسان مٹی کا پتلا نہیں بلکہ خدائی تخلیق کا ایک انمول شاہکار ہے ارشاد ربانی ہے

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم "ہم نے انسان کو خوبصورت ترین بنایا ہے"

نہ فنا میری نہ بقا میری مجھے اے شکیل نہ ڈھونڈیئے
میں کسی کا حسن خیال ہوں میرا کچھ وجود عدم نہیں

اصل مقصد اور نصب العین وہ ہوتا ہے جو کسی حالت میں بھی نظر انداز نہ ہونے پائے زندگی کا جو لمحہ بھی مقصد سے بے توجہی اور بے التفاتی میں بسر ہو وہ گناہ ہوتا ہے اور بارگاہ ربوبیت میں انتہائی ناپسندیدہ۔ بقول شاعر

خود کو اتنا محو کر لیتا ہوں تیری یاد میں
تو ہی تو ہوتا ہے کوئی دوسرا ہوتا نہیں

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں

قیس! دم بھر کے لئے بھی ساتھ ناقہ کا نہ چھوڑ
کیا خبر لیلیٰ الٹ دے پردہ محمل کہاں

جن لوگوں کو زندگی ہی میں زندگی کا حقیقی مقصد معلوم ہو جائے کہ حیات ارضی کا

یہ مختصر سا عرصہ اللہ تعالیٰ کی عطاء کردہ صلاحیتوں کو استعمال کرتے ہوئے سپرد کی گئی امانت اور ذمہ داری کو نبھانے کیلئے امتحان گاہ ہے حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ زندگی تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی مسافر راستے میں کسی درخت کے سائے میں تھوڑی دیر رک کر آرام کر لے اور پھر اپنی منزل کی طرف چل پڑے۔ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ حدود کے اندر رہ کر زندگی بسر کرنے والے انسان دنیا کے دلفریب مناظر، مادی لذات اور نفس کی خواہشات کے پیچھے نہیں بھاگتے اور نہ شیطان مردود کے دھوکہ میں آ کر اپنے رب سے کئے ہوئے وعدے کو فراموش کرتے ہیں۔ وہ اللہ کی محبت اور عشق رسول ﷺ کی براق پر سوار ہو کر شاہراہ شریعت پر گامزن رہتے ہیں وہ جہت مسلسل پر یقین رکھنے والے شاہین ہوتے ہیں جو پرواز میں کوتاہی اور راستے کے آرام کو حرام جانتے ہیں وہ ان لوگوں کی طرح نہیں ہوتے جو اللہ سے کئے ہوئے عہد کو بھول کر حیوانوں جیسی بلکہ ان سے بھی بدتر زندگی بسر کرتے ہیں اور صرف دنیا ہی کے ہو کر رہ جاتے ہیں۔ وہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

مسجود ملائکہ کا تاج سجائے ہوئے انسان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ عالم نباتات و جمادات سے اپنے لئے معبود تراشنے میں لگ جائے یا پھر اپنے ہی جیسے انسانوں کی شان میں غلو کر کے انہیں اپنے نفع و نقصان کا مالک قرار دیدے اور ان کے سامنے سربسجود ہو جائے اور اسطرح اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اشرف المخلوقات کی خلعت فاخرہ کی عزت خاک میں ملا دے۔ ایسے بدنصیب انسانوں کے بارے میں ارشاد ربانی ہے جو لوگ کافر ہوئے اور کافر ہی مرے ایسوں پر اللہ کی فرشتوں کی اور لوگوں کی لعنت ہے۔ وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے ان سے نا تو

عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا اور نہ انہیں کچھ مہلت ملے گی۔ اسلام کے نزدیک عبادت اور نیکی کا مفہوم اس قدر محدود نہیں کہ اس کو نماز، روزہ، قربانی، حج تک ہی مختصر کر دیا جائے بلکہ قرآنی تصور عبادت اور اسلامی مفہوم اس قدر وسیع ہے کہ انسان کی فکری اور عملی زندگی کے تمام گوشوں پر محیط ہے۔

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگی داماں بھی ہے

اہل حق کی پوری زندگی رضا الٰہی کی خاطر متحرک رہتی ہے۔ اور جب رضا الٰہی مقصد حیات بن جائے تو انسان کا کھانا پینا سونا جاگنا، چلنا پھرنا، الغرض سارے کا سارا کاروبارِ حیات ہی عبادت اور بندگی قرار پاتا ہے اور اس کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک سانس عبادت میں شمار ہوتا ہے۔

روبرو اک خوبرو ہے میں نہیں اس کا جلوہ چار سو ہے
درد میں دل میں جگر میں سوز میں اس کا چرچہ کوبہ کو ہے میں نہیں

مقصد من میں اتر جائے تو بندہ مقصود خلائق بن جاتا ہے۔ جس انسان کی زندگی کا ہر لمحہ خدا کی یاد اور اس کی رضا کیلئے وقف ہو اس شخص کو دیکھنا بھی خود یاد الٰہی بن جاتا ہے۔

سراپا حسن بن جاتا ہے جس کے حسن کا عاشق
بھلا اے دل حسیں ایسا بھی ہے کوئی حسینوں میں

تاجدار انبیاء محسن کائنات سرور کونین نبی آخر الزمان ﷺ نے فرمایا تم میں سے افضل وہ لوگ ہیں جنہیں دیکھتے ہی خدا یاد آ جائے

یہ نہیں مجھ کو خبر کیا ہے حقیقت کیا مجاز
دیکھ کر ان کو خدا کو یاد کر لیتا ہوں میں

قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے "اور ان لوگوں کو خود سے دور نہ کرو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اسی کی رضا کے طلبگار رہتے ہیں" اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے" اے اہل ایمان اللہ سے ڈرو صدق والوں کی محبت اختیار کرو کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے مقصود زندگی کو پا چکے ہیں"

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

کسی ایسے شرر سے پھونک اپنے خرمن دل کو
کہ خورشید قیامت بھی ہو تیرے خوشہ چینوں میں

اللہ تعالیٰ کے محبوب اور آخری رسول ﷺ اور آپ کے بعد آپ کے حقیقی وارث انسانوں کو طائر لاہوتی بننے کی تعلیم دیتے رہے اور انہیں آگاہ کرتے رہے اور کر رہے ہیں کہ یہ مختصر سی دنیاوی زندگی تو متاعِ غرور ہے اس کے دھوکہ میں ہرگز نہ آؤ کیونکہ مومن کی منزل تو چرخ نیلی فام سے بھی آگے ہے۔اس لئے راستے کی کسی چیز کے ساتھ دل نہ لگاؤ اور سب سے زیادہ محبت اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے کرو اور حضور ﷺ کے اتباع میں اللہ تعالیٰ کے قرب و دیدار کی منزل کی طرف مسلسل پرواز کرتے چلے جاؤ کہ یہی کامیابی کی ضمانت ہے علامہ اقبال فرماتے ہیں:

کھولی ہیں شوق دید نے آنکھیں تیری اگر   ہر راہ گزر پہ نقش کف پائے یار دیکھ
نگاہ عشق دل زندہ کی تلاش میں ہے   شکار مردہ سزاوار شہباز نہیں

مقصد حیات یعنی صراط مستقیم پانے کے لئے پہلے کسی انعام یافتہ کو تلاش کرو جب وہ تمہیں مل جائے گا تو ہوسکتا ہے کہ انعام یافتہ تمہیں صراط مستقیم پر چلانے کی بجائے منزل مقصود تک پہنچا دے۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

ملے گا منزل مقصود کا فقط اسی کو سراغ
اندھیری شب میں ہے چیتے کی آنکھ جس کا چراغ

قرآن وسنت کی تعلیم کے عین مطابق بانی سلسلہ قبلہ عبدالحکیم انصاریؒ نے ارشاد فرمایا کہ توحیدیہ سلوک کی انتہا اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار ہے۔سالک کو چاہیے کہ راستے میں کسی جگہ نہ رکے اور برابر آگے بڑھتا چلا جائے اسی طرح علامہ اقبال نے بھی حریم ذات ہی کو مردمومن کی منزل قرار دیتے ہوئے فرمایا:

حریم ذات ہے اس کا نشیمن اب بھی
نہ تیرہ خاک لحد ہے نہ جلوہ گاہ صفات

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے نصاب میں مخلوق کی محبت کو مرکزی مقام حاصل ہے محبت درحقیقت اللہ تعالیٰ اور حضورﷺ سے کرنی چاہیے یا ان کے بعد اپنے شیخ سے۔عالمگیر محبت کے اصول کے تحت مخلوق سے محبت بھی ضروری ہے کیونکہ وہ خدا کی بنائی ہوئی ہے اس کی سب سے پیاری نشانی اور بے شمار صفات کی مظہر ہے اللہ تعالیٰ کی محبت اور مخلوق خدا کی خدمت کے جذبے ساتھ ساتھ پروان چڑھتے ہیں۔جو انسان جتنا اللہ کے قریب ہوتا ہے وہ اسی قدر انسانوں سے محبت کرتا ہے علامہ اقبال نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے۔

یہ جوہر اگر کارفرما نہیں ہے
تو ہیں علم وحکمت فقط شیشہ بازی

اپنے من میں مخلوق کی خدمت کا احساس اجاگر کرنے کیلئے کسی صاحب نظر کو تلاش کرو اگر تجھے خدا نے پہچان والی نظر عطاء فرمائی ہے تو مرکز تعمیر ملت پر بھی خدائی فیض کے خزانے لٹانے والی صاحب نظر ہستی موجود ہے۔ایک مرتبہ پیرومرشد ڈار صاحب نے مجھے فرمایا کہ ہم یہاں لعل و جوہر لئے بیٹھے ہیں کوئی خریدار نہیں آتا۔

آپ بھی دو چار قطرے پی کے میرے جام کے
اہل دل اہل وفا اہل نظر ہو جایئے

مرشد صاحب تحقیق ہوتا ہے اسلئے اہل ذات اہل صفات کو فوراً پہچان لیتا ہے
وارث شاہ فرماتے ہیں:

مجرم نوں محرم پیر کرے بخشے جاہل نوں علم عیاں بیلی
کافر فاسق تے جے کر نظر کرے ہووے کامل اہل عرفان بیلی
وسیلہ اہل ایمان فرض ہویا ثابت نال آیت نال قرآن بیلی
وارث شاہ رموز تے راز کھلے جد مرشد کرے دھیان بیلی

سالکین حق کا دستور العمل

(انتخاب: حافظ محمد یٰسین)

فرمایا: مجاہدہ اور محاسبہ نفس کرنے والے اولوالعزم سالکین راہ حق کے لیے دس خصلتیں ہیں جن پر انہوں نے مداومت کی پھر ان خصائل کو جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے قائم اور مضبوط کرلیا تو شریعت کے بلند مرتبوں پر پہنچ جاتے ہیں۔

پہلی خصلت یہ ہے کہ بندہ قصداً یا سہواً جھوٹی یا سچی "اللہ کی قسم" نہ کھائے اس لیے کہ اس خصلت کو جب اپنی ذات میں مضبوط کرلیا اور اپنی زبان کو اس کا عادی بنالیا تو یہ عادت بندہ کو قصداً یا سہواً ہر طرح کی قسم کو چھوڑ دینے کی طرف لے آتی ہے اور جب وہ اس ترک حلف کا عادی ہو گیا تو اللہ اس پر اپنے انوار کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیتا ہے۔ پھر وہ اپنے دل میں اس عادت کی منفعت اور اپنے درجہ میں رفعت اور اپنے عزم وصبر میں قوت پاتا ہے۔ اور اپنے بھائیوں میں تعریف اور پڑوسیوں میں بزرگی حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ جو اسے پہچانتا ہے اس کی تقلید کرتا ہے اور جو اسے دیکھتا ہے اس سے ہیبت کھاتا ہے۔

دوسری خصلت یہ ہے کہ قصد کے ساتھ یا مذاق کے ساتھ ہر طرح جھوٹ کہنے سے بچے۔ اس لیے کہ جب ایسا کرے گا اور اس صفت کو اپنے نفس میں مضبوط رکھے گا اور سچ بولنے کو زبان کی عادت کرلے گا تو اللہ اس کا سینہ کھول دے گا اور اس شرح صدر سے اس کا علم روشن کردے گا۔ ایسا کہ گویا وہ جھوٹ کو جانتا پہچانتا ہی نہیں۔

تیسری خصلت یہ ہے کہ اگر کسی سے کسی شے کا وعدہ کیا ہے تو اس وعدے کے خلاف کرنے سے بچے یا قطعی طور پر وعدہ ہی نہ کرے کیونکہ یہ وعدہ نہ کرنا اس کے حق میں

وعدہ خلافی سے بچنے کے لیے زیادہ قوی ہے اور اس کے راستہ کے لیے زیادہ میانہ روی ہے، اس لیے کہ وعدہ خلافی جھوٹ کی ایک قسم ہے اور جب وعدہ خلافی سے ڈر کر وہ ایسا کرے گا تو اس کے لیے سخاوت کا دروازہ اور حیا کا درجہ کھل جائے گا اور صادقین کے دلوں میں اس کی محبت ہوگی۔ اور اللہ کے نزدیک اسے رفعت دی جائے گی۔

چوتھی خصلت یہ ہے کہ مخلوقات میں سے کسی چیز پر لعنت نہ کرے اور کم وبیش کسی کو ایذا نہ پہنچائے کیونکہ یہ صفت اخلاق ابرار وصدیقین میں سے ہے، اور ایسے شخص کیلئے حسن خاتمہ ہے اور وہ دنیا میں ان درجات کے ساتھ جو خدا نے اس کے لیے مہیا کر رکھے ہیں حفاظت الٰہی میں رہتا ہے اور اللہ اسے ہلاکت میں گرنے سے بچاتا، اور مخلوق کے گزند سے اسکو سلامت رکھتا ہے اور اسے اپنا مقرب اور اپنے بندوں پر مشفق بناتا ہے۔

پانچویں خصلت یہ ہے کہ کسی مخلوق پر بھی بددعا کرنے سے پرہیز کرے اگرچہ س پر ظلم کیا گیا ہو پھر ظلم کرنے والے سے بول چال نہ چھوڑے اور اس کے کردار کا اس سے بدلہ نہ لے اور اپنے قول وفعل سے اس کی ہمسری نہ کرے بلکہ خدا کے لیے تحمل و برداشت کرے اس لیے کہ یہ خصلت بندہ کو درجات عالیہ کی طرف بلند کرتی ہے۔ اور بندہ اس خصلت کے ساتھ جب مودب و آراستہ ہو جاتا ہے تو پالیتا ہے دنیا و آخرت میں بڑے درجے کو اور دور ونزدیک کی تمام مخلوق میں محبت اور دوستی اور مقبولیت کو۔ اور دعا کی قبولیت کو اور عبادت اور امور خیر میں بلندی مرتبہ اور قلوب مومنین میں اپنے اعزاز اور وقار کو۔

چھٹی خصلت یہ ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی مخلوق پر یقین کے ساتھ کفر وشرک اور نفاق کو گواہی نہ دے۔ کیونکہ یہ خصلت رحمت سے زیادہ قریب اور مرتبہ میں زیادہ بلند ہے۔ اور یہ خصلت کمال اتباع سنت ہے۔ اور اللہ کے علم میں دخل دینے سے بہت بعید اور خدا کے

غضب سے بہت دور رکھنے والی ہے۔اور یہ خصلت اللہ کی رحمت و رضامندی سے بہت قریب ہے۔پس اللہ کے نزدیک یہ ایک بلند اور بڑا دروازہ ہے جو بندہ مومن کو تمام مخلوق پر مہربانی کرنے کا مالک بنا دیتا ہے۔

ساتویں خصلت یہ کہ گناہوں کی چیزیں دیکھنے سے ظاہر و باطن میں بچے اور اپنے اعضاء کو گناہوں سے باز رکھے کیونکہ یہ عمل اس دنیا میں قلب اور جوارح کو حصول ثواب کی طرف جلد لے جانے والا ہے۔باوجود ان ذخائر کے جنہیں خیر آخرت سے اللہ نے اسکے لیے رکھا ہے۔ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ ان خصلتوں پر عمل کرانے سے ہم پر احسان کرے اور ہماری شہوات کو ہمارے دلوں سے نکال دے۔

آٹھویں خصلت یہ ہے کہ مخلوق میں سے کسی پر خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا اپنا بوجھ ڈالنے سے خواہ وہ تھوڑا ہو یا بہت، پرہیز کرے۔بلکہ تمام مخلوق سے اپنی ان چیزوں کا بوجھ اٹھا لے جن کی اسے احتیاج ہے۔یا وہ مستغنی ہے۔کیونکہ یہ خصلت عابدین کی پوری عزت ہے اور متقین کا شرف ہے اور اسی سے وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قوت پاتا ہے۔پھر سب مخلوق اسکے نزدیک ایک مرتبہ میں ہو جاتی ہے۔جب مومن ایسا ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے غنا اور یقین عطا کرے گا۔اور اپنی (اللہ کی) ذات پر بھروسہ کرنے والا بنا دے گا۔اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی خواہش نفس سے بلند نہیں کرتا پھر اس مومن کے نزدیک حق میں تمام مخلوق برابر ہو جائے گی۔اور اس پر یقین رکھنا چاہیے کہ یہ عزت مومنین کا دروازہ ہے اور متقین کے لیے شرف ہے اور یہ خصلت مقام اخلاص تک پہنچنے کے لیے بہت قریب دروازہ ہے۔

نویں خصلت یہ کہ سالک کو سزاوار ہے کہ آدمیوں سے طمع نہ رکھے اور جو چیزیں مخلوق کے پاس ہیں نفس کو ان کے لالچ میں نہ ڈالے۔پس بیشک یہ بڑی عزت اور خالص غنا

اور بڑی بادشاہی ہے، اور بڑا فخر اور روشن یقین ہے اور شفا دینے والا کھلا ہوا توکل ہے اور یہ زہد اور خدا پر اعتماد رکھنے کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ اور اسی سے پرہیز گاری پائی جاتی ہے اور عبادت کامل ہوتی ہے، اور یہ ان لوگوں کی علامت میں سے ہے جنہوں نے سب رشتے قطع کر کے اللہ ہی سے تعلق رکھا۔

دسویں خصلت تواضع ہے اس واسطے کہ تواضع سے عابد کا مقام اونچا اور مرتبہ بلند کیا جاتا ہے اور خدا و خلق کے نزدیک اس کی عزت اور بلندی پوری ہو جاتی ہے۔ اور وہ دنیا و آخرت کی جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس پر قادر ہو جاتا ہے اور یہ خصلت کل طاعات کی اصل اور ان کی فرع اور ان کا کمال ہے اور اسی سے بندہ ان صالحین کے مرتبے پاتا ہے جو خوشی اور تکلیف دونوں میں اللہ سے راضی ہیں اور یہ خصلت تواضع کمال تقویٰ ہے، اور تواضع کی تعریف یہ ہے کہ بندہ جس کسی سے بھی ملے اس کی بڑائی اپنی ذات پر دیکھے اور کہے شاید یہ شخص مجھ سے بہتر اور مرتبہ میں بلند ہو پس اگر وہ چھوٹا ہے تو کہے کہ اس نے اللہ کی نافرمانی نہیں کی اور میں نے بیشک نافرمانی کی ہے۔ پھر کوئی شبہ نہیں کہ وہ مجھ سے بہتر ہے اور اگر وہ بڑا ہے تو کہے کہ اس نے مجھ سے پہلے اللہ کی عبادت کی ہے اور اگر وہ عالم ہے تو کہے کہ اسے وہ چیز دی گئی ہے جس تک میں نہیں پہنچا اور اس نے وہ چیز پائی ہے جو میں نے نہیں پائی ہے اور اس نے اس چیز کو جانا ہے جسے میں نے نہیں جانا اور وہ علم کے ساتھ عمل کرتا ہے۔ اگر وہ جاہل ہے تو کہے کہ اس نے اللہ کی نافرمانی انجانے میں کی ہے اور میں نے جان کر اللہ کی نافرمانی کی ہے اور میں نہیں جانتا کہ میرا خاتمہ کس حال پر ہوگا اور اس کا خاتمہ کس حال پر ہوگا۔ اور اگر وہ کافر ہے تو کہے میں نہیں جانتا شاید کہ مسلمان ہو جائے اور پھر اس کا خاتمہ عمل خیر پر ہو اور ممکن ہے کہ میں کافر ہو جاؤں اور میرا خاتمہ برے عمل پر ہو اور یہ خصلت دروازہ ہے غیر پر

شفقت کرنے اور اپنے نفس پر ڈرنے کا اور یہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس کی مداومت رکھی جائے اور یہ وہ انتہائی چیز ہے جس کا اثر بندوں پر باقی رہے گا۔ جب بندہ ایسا ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے آفات نفس سے محفوظ رکھے گا۔ اور اسے اللہ کے لیے نصیحت کرنے والے صاحب ارشاد کے مقام پر پہنچا دے گا۔ اور وہ دوستان و مقبولان بارگاہ رحمٰن سے اور اللہ کے دشمن ابلیس کے اعداء میں سے ہوگا اور یہ دروازہ رحمت کا ہے اور اسی تواضع کے ساتھ کبر کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور عجب کی رسی کٹ جاتی ہے اور بندہ کے نفس کی بڑائی کا درجہ دین اور دنیا و آخرت میں گھٹ جاتا ہے اور تواضع عبادت کا مغز ہے اور زاہدوں کی انتہائی بزرگی اور عابدوں کی پہچان ہے۔ پس کوئی شے اس سے افضل نہیں ہے، اور اس خصلت کے ساتھ ساتھ بندہ کی زبان بے سود باتوں اور تمام عالم والوں کے ذکر (اور غیبت) سے بند ہو جاتی ہے اور اس خصلت کے بغیر اس کا کوئی عمل پورا نہیں ہوتا۔ اور یہ تمام احوال میں اس کے دل سے کبر اور کینہ اور بغاوت کو نکال دیتی ہے اور اس کی زبان اور اس کی خواہش اور اس کا کلام ظاہر و باطن میں ایک ہو جاتا ہے اور مخلوق اس کے نزدیک نصیحت و خیر خواہی میں برابر اور ایک ہو جاتی ہے۔ اور وہ اللہ کی کسی مخلوق کو برائی کے ساتھ یاد نہیں کرتا اور کسی کو کسی فعل پر بلا مصلحت سرزنش نہیں کرتا اور پسند نہیں کرتا کہ اس کے روبرو کسی کی برائی بیان کی جائے اور ایسے بیان سے اس کا دل خوش نہیں ہوتا۔ اور غیبت آفت ہے عابدوں کے لیے اور ہلاکت ہے عابدین اور زاہدوں کے لیے مگر جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان اور قلب کی حفاظت پر اپنی رحمت سے مدد عطا فرمائی (وہ اس سے بچا)

(ماخوذ از فتوح الغیب، از شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)

دنیا کے کامل ترین انسان پیغمبر اسلام ﷺ

(خطبات مدارس: از سید سلیمان ندوی)

(انتخاب: پیر خان توحیدی)

دنیا میں ایسے بے شمار لوگ گزرے ہیں جو کسی نہ کسی وجہ سے ممتاز یا انفرادی حیثیت رکھتے تھے جنہوں نے اس تمام نظام کو چلانے کے لیے نمایاں کردار ادا کیا۔ ایک طرف اس دنیا کے بادشاہ بڑے بڑے لیڈر اور فوجوں کے سپہ سالار جو قوموں کی تقدیر بدل ڈالنے کے دعویدار ہیں تو دوسری طرف شعراء حکماء اور فلسفیوں کا طبقہ جو اپنے افکار اشعار و الفاظ کی حکمتوں کے ذریعے پوری دنیا کے نظام کو درست رکھنے کا عزم رکھتے ہیں۔ ایک اور طبقہ تاجروں صنعت کاروں اور دولت مند حضرات کا ہے اس طبقے کا خیال یہ ہے کہ تمام دنیا کا سماجی اور معاشی نظام انہی کے سہارے چل رہا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ ان تمام طبقوں نے اپنی اپنی بساط کے مطابق قوم و ملت کی تعمیر و ترقی میں اپنا حصہ شامل کیا ہے۔ لیکن اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اس طبقے نے انسانی فلاح و بہبود کے لیے حسن عمل کا کوئی خوش نما یا خوش گوار نمونہ نہیں چھوڑا۔

بنی نوع انسان کی بھلائی، ان کے اخلاق کی اصلاح ان کے دلوں کی صفائی اور ان کا رشتہ اللہ ربّ العزت کے ساتھ جوڑنے کے لیے کوئی کامیاب کوشش اگر کسی نے کی ہے تو صرف انبیاء کرامؑ اور مرسلین عظامؑ ہی کا طبقہ ہے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس مقصد عظیم کے لیے اس دنیا میں مبعوث فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے جن میں

صحیح احکام اور درست عقائد کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا۔گزشتہ زمانوں میں جو انبیائے کرام مبعوث ہوتے رہے ان کا دائرہ کار اپنے اپنے علاقوں کے لوگوں اور اپنے اپنے زمانے تک محدود تھا جسکی وجہ سے ان کی تعلیم کو دوام حاصل نہ تھا۔اس لیے ایک کے بعد ایک انبیاؑ تشریف لاتے رہے اور اولادِ آدمؑ کو نورِ نبوت سے فیض یاب فرماتے رہے۔

سب سے آخر میں اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں ﷺ کو مبعوث فرمایا اور سلسلہ نبوت و رسالت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا گیا۔چنانچہ اب قیامت تک نہ کوئی اور نبی آئے گا اور نہ ہی کوئی شریعت آئے گی۔اب قیامت تک آپ ﷺ ہی کی شریعت باقی اور برقرار رہے گی پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رہنمائی کے لیے آنحضرت ﷺ کو ظاہری و باطنی تمام کمالات سے کامل اور اکمل طور پر آراستہ فرما کر دنیا میں بھیجا تا کہ آپ ﷺ لوگوں کے سامنے ہر دور کے لیے زندگی کے ہر شعبے کا عملی نمونہ پیش کر سکیں۔ارشاد ہوتا ہے:

(اے نبی ﷺ!) ہم نے تو آپ ﷺ کو تمام انسانوں کے لیے خوش خبری سنانے والا ہوشیار کرنے والا نبی بنا کر بھیجا ہے۔آنحضرت ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد یہ فریضہ آپ ﷺ کی اُمت پر ڈال دیا گیا ہے کہ وہ دنیا کے تمام لوگوں تک اللہ کے دین کو پہنچائیں اور انہیں سچی کامیابی کا سیدھا راستہ دیکھائیں۔لہٰذا تاجدارِ انبیا ﷺ کے تمام اقوال اور تمام افعال و اعمال پوری اُمت کے لیے حجت اور مشعل راہ ہیں۔اور اتباع رسالت یہی ہے کہ رسول مکرم ﷺ کے تمام فرامین پر اللہ تعالیٰ کے احکامات کو سمجھ کر دل و جان سے عمل کیا جائے۔اگر کوئی پیغمبر اسلام کے احکامات نہ مانے یا آپ ﷺ کے فیصلہ کو پس پشت ڈالے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔کیونکہ آپ ﷺ کے احکامات کو نہ ماننے کا مطلب خود اللہ کے احکامات سے انکار ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں واضح طور پر فرما دیا ہے کہ اے نبی!

کہہ دیجیے کہ اے لوگو! اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے تو میری تابعداری کرو پھر اللہ تم سے محبت کرے گا۔ قرآن کی اس آیت پر اگر غور کیا جائے تو بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ نبی ﷺ کی تابعداری کے بغیر اللہ کی محبت حاصل نہیں ہوسکتی اور جب اللہ کی محبت نہ ہوگی، فلاح کے راستے معدوم ہو جائیں گے آدمؑ سے لیکر حضرت محمد ﷺ تک بڑی شان والے کئی نبی اپنی اپنی اُمتوں کی رہنمائی کے لیے اس دنیا میں آتے رہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کسی کے لیے یہ نہیں کہا کہ جو تمہاری تابعداری کریں گے اللہ ان سے محبت کرے گا یہ خوش خبری صرف محمد عربی ﷺ کی اُمت کو سنائی گئی جس سے آپ ﷺ کے کامل اور مکمل ہونے کا پتا چلتا ہے۔ شب معراج کو اپنے حبیب ﷺ کو آسمانوں پر بلا کر ملاقات کا شرف بخشا جنت دوزخ کی سیر کرانا بھی آپ ﷺ کے کامل ہونے کا ایک ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے کسی پیغمبر یا نبی کو یہ شرف نہیں بخشا۔

محمدی ﷺ انقلاب کے حیرت انگیز پہلوؤں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس نے آپ ﷺ کے پیغام کو قبول کیا اس کی ساری ہستی بدل گئی اس کے ذہن کی ساخت اس کے افکار و جذبات اس کے ذوق اور دلچسپیاں اس کی دوستیاں اور دشمنیاں اس کے اخلاق و معیار سب کے سب بدل گئے چور اور ڈاکو آئے تو دوسروں کے اموال کے نگہبان بن گئے۔ زانی آئے تو دوسروں کی عصمتوں کے رکھوالے ہو گئے، سود خور آئے تو اپنی کمائیاں خدا کے دین اور بندوں کی خدمت کے لیے لٹانے لگے۔ آپ ﷺ کی ذات اقدس تمام انسانیت کے لیے باعث افتخار ہے یہی وجہ ہے کہ چودہ سو سال سے ہر دور کے بڑے بڑے فلاسفر، عظیم مفکرین اور دنیائے فکر کو اپنے افکار سے مزین کرنے والی نامور اور باکمال شخصیات آپ ﷺ کے سامنے دست بستہ کھڑے یہ کہتے دکھائی دیتی ہیں کہ آپ ﷺ ہی وہ انسان ہیں جن کے ساتھ انتساب کو

ہم اپنے لیے باعث فخر سمجھتے ہیں۔ آپ ﷺ کی عظمت کا اندازہ لگانے کے لیے یہی کافی ہے کہ دورحاضر میں گمراہی و بربادی کے تمام اسباب کے پائے جانے کے باوجود ہم مسجدوں کے میناروں سے مسلسل اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدُ الرسُولُ اللّٰہ کی صدائیں سن رہے ہیں اور مسلسل اس بات کا مشاہدہ کررہے ہیں کہ کیسے روح محمدی ﷺ ہر جگہ رفعت وبلندی کے نئے نئے آفاق کھولتی ہے جس کے نتیجہ میں ہم روزانہ پانچ مرتبہ عالم روحانی میں شوق واشتیاق کے جذبات سے سرشار ہوتے ہیں۔

آپ ﷺ کی ذات اقدس ہی تمام موجودات کے وجود کا سبب بنی۔ آپ ﷺ ہی کی خاطر ساری کائنات کو پیدا کیا گیا۔ یہ مقولہ زبان زد عام ہے کہ آپ ﷺ نہ ہوتے تو افلاک کو اللہ تعالیٰ پیدا ہی نہ فرماتا۔ چونکہ سرورکونین سید البشر حضرت محمد ﷺ جیسے ایک بلند آہنگ رہبر ورہنما کی ضرورت تھی جو وجود کائنات کی حقیقت بتائے اور حضرت انسان ''جس کے لیے زمین و آسمان سورج چاند ستارے اور کائنات کو تخلیق کیا گیا ہے'' کو بتائے کہ وہ کہاں سے آیا ہے کہاں جائے گا اس کا مقصد حیات کیا ہے۔ اگر آپ ﷺ کی ذات بابرکات نہ ہوتی تو کائنات اور انسان کی تخلیق کا کوئی مقصد باقی نہ رہتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ ہی وہ مکمل ذات ہیں جنہوں نے تمام مخلوق کو زندگی کا مقصد عطا فرمایا۔

بعض لوگ خاص خاص میدانوں میں صف اوّل کے لوگوں میں شمار ہوتے ہیں لیکن زندگی کے دیگر شعبوں میں پچھلی صفوں میں پائے جاتے ہیں میدان جنگ کے کامیاب سپہ سالار کو دیکھتے ہیں کہ جنگ فنون میں چاہے اسے کتنی مہارت حاصل کیوں نہ ہو وہ بعض اوقات شفقت، نرم دلی اور فہم وفراست میں ایک معمولی شخص کے مرتبے کو بھی نہیں پہنچ سکتا کیونکہ کثرت سے جنگ وقتال میں مصروف رہنے کی وجہ سے اس کے احساسات وجذبات کی

لطافت وحساسیت ختم ہو جاتی ہے اور وہ کسی انسان کو قتل کرتے وقت کسی قسم کے رحم کے جذبات محسوس نہیں کرتا ۔ بعض اوقات ایک سیاست دان سیاست کے میدان میں جس قدر کامیاب ہوتا ہے سچائی سے اسی قدر دور ہوتا ہے اور بعض اوقات انسانی حقوق کی بھی پاسداری نہیں کرتا ۔ بعض انسان اثباتی فلسفے سے متاثر ہو کر ہر چیز پر تجربات کرنے لگتے ہیں لیکن روحانی اعتبار سے بالکل صفر ہوتے ہیں اور کتنے ہی لوگوں کی عقل ان کی آنکھوں میں آجاتی ہے جس کے نتیجے میں انہیں مادّی چیزوں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا اس سے پتا چلتا ہے کہ بعض لوگ خاص خاص میدانوں میں کامیابی تو حاصل کر لیتے ہیں لیکن زیادہ شعبوں میں ناکام ہی رہتے ہیں ۔ لیکن رسول اللہ کی شخصیت میں یہ بات نہیں پائی جاتی کہ آپ ﷺ جنگجو ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی شفیق بھی تھے ماہر سیاسیات ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی بامروت اور باضمیر بھی تھے مادّی اور تجرباتی امور کو اہمیت دینے کے ساتھ ساتھ روحانیات میں اعلیٰ ترین مقامات پر فائز تھے ۔ جنگ اُحد کے واقعہ میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں ۔ اس معرکے میں آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ کو نہ صرف شہید کیا گیا بلکہ ان کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے ۔ آپ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی حضرت عبد اللہ بن جحشؓ کے جسم کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے ۔ آپ ﷺ کا سر مبارک زخمی ہوا اور دندان مبارک شہید ہوئے اور آپ ﷺ کا جسم اطہر لہولہان ہو گیا ۔ لیکن جس وقت آپ کے دشمن آپ ﷺ کو شہید کرنے کے لیے آپ ﷺ پر شدید حملے کر رہے تھے تو اس وقت آپ ﷺ کی عظیم ہستی ہاتھ اٹھائے اللہ کے حضور گڑگڑا کر یہ دعا مانگ رہی تھی اے اللہ میری قوم کو معاف کر دے کیونکہ وہ جانتی نہیں ۔ یہ کس قدر عظیم اور عمدہ شفقت کا ثبوت ہے کہ آپ کے دشمن تو آپ ﷺ کو قتل کرنے کے درپے ہیں اور آپ ﷺ انہیں دعائیں دینے کے لیے اللہ کے حضور گڑگڑا رہے ہیں ۔ فتح مکہ کے موقع تک

آپ ﷺ کے دشمنوں نے ایذا رسائی کا کوئی ایسا طریقہ نہ چھوڑا تھا جو انہوں نے آپ ﷺ پر آزمانہ لیا ہو انہوں نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کا مقاطعہ کر کے انہیں گھروں سے نکال دیا اور مسلمانوں کے ساتھ ہر قسم کے تعلقات ختم کر دیے مسلمان تین سال تک گھاس جڑی بوٹیاں اور درختوں کے پتے کھانے پر مجبور ہو گئے تھے۔لیکن اہل مکہ پر کوئی اثر ہوا اور نہ ہی ان کے دلوں میں رحم کے جذبے نے کوئی کروٹ لی۔بدر، اُحد اور خندق کے موقعہ پر خون ریز جنگیں کیں طواف کعبہ جیسے بنیادی حق سے محروم رکھا اور کڑی شرائط پر مشتمل معاہدے کے تحت انہیں گھروں کو لوٹا دیا گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر انعام فرمایا چنانچہ انہوں نے مکہ فتح کیا رسول اللہ ﷺ ایک عظیم لشکر کی قیادت کرتے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے بغض وعداوت سے بھری ہوئی اس ساری تاریخ کے باوجود آپ ﷺ جب اپنی سواری پر مکہ میں داخل ہوئے تو ڈھال آپ کے سینہ مبارک پر تھی،تلوار آپ ﷺ کے دست مبارک میں تھی اور تیر آپ ﷺ کی پشت مبارک پر لٹک رہے تھے لیکن اس جنگی لباس کے تمام تر مظاہرے کے باوجود انکساری کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ سر جھکائے ہوئے رحمت اور شفقت کا پیکر بنے ہوئے تھے آپ ﷺ نے اہل مکہ کے سارے ظلم وستم سے صرف نظر کرتے ہوئے سب کو معاف کرتے ہوئے فرمایا۔"آج کے دن تم پر کچھ عتاب و ملامت نہیں ،اللہ تعالیٰ تم کو معاف فرمائے اور وہ بہت رحم کرنے والا ہے" آپ ﷺ تدبر اور توکل کے جس مقام پر فائز تھے اس تک کوئی نہ پہنچ سکا اور نہ پہنچ سکے گا۔نبی رحمت ﷺ کا کامل اور مکمل ہونے کا اعتراف نہ صرف مسلمان ہی کرتے ہیں بلکہ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی آپ ﷺ کو دنیا کا کامل ترین انسان سمجھتے ہیں۔ایک مغربی مفکر لکھتا ہے کہ انسانیت اپنے آغاز سے محمد ﷺ کے دور تک اپنے مقدر کی ترقی کا 25% حاصل کر سکی لیکن عہد نبوی میں اس نسبت میں عموداً اضافہ

ہوااور یہ 50% تک پہنچ گئی اور عہد نبوی کے بعد اب تک تمام تر کوششوں کے باوجود یہ نسبت صرف 75% تک بلند ہو سکی ہے۔ایک اور انصاف پسند محقق ویل (Wahl) لکھتا ہے کہ ہر عظیم انسان اپنے بعد کچھ آثار چھوڑتا ہے نبی، مصلح مجدّد، اور بڑے بڑے حکمرانوں کے اپنے اپنے آثار ہیں لیکن محمد ﷺ کے آثار اس قدر عظیم ہیں کہ ان کا کسی کے ساتھ موازنہ ممکن نہیں۔آگے چل کر لکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس وحشت ناک صحرا میں اجڈ اور پسماندہ قوم کی صورت میں مٹی، پتھر اور دھاتیں دیں تا کہ آپ ﷺ ایسے لوگوں سے قیامت تک ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، خالد بن ولیدؓ، عقبہ بن نافع اور طارق بن زیاد رضی اللہ عنہم جیسے خالص سونے کے لوگ تیار کریں۔ایک تعلیم یافتہ ہندو نے اپنے مسلمان استاد سے گفتگو کے درمیان کہا کہ میں آپ کے پیغمبر ﷺ کو دنیا کا سب سے کامل انسان مانتا ہوں۔استاد نے دریافت کیا کہ تم کیسے پیغمبر اسلام کو دنیا کا کامل ترین انسان مانتے ہو؟۔اس نے جواب دیا کہ مجھے آپ ﷺ کی زندگی میں بیک وقت اس قدر اوصاف نظر آتے ہیں جو کسی ایک انسان نے دنیا کی تاریخ میں یکجا کر کے نہیں دکھائے۔مثلاً بادشاہ ایسا کہ پورا ملک اس کی مٹھی میں ہو اور بے بس ایسا کہ خود اپنے آپ کو بھی اپنے قبضہ میں نہ جانتا ہو بلکہ اللہ کے قبضہ میں سمجھتا ہو دولت مند ایسا کہ خزانے اونٹوں پر لدے ہوئے اس کے دارالحکومت میں آرہے ہیں اور محتاج ایسا کہ مہینوں اس کے گھر میں چراغ نہ جلتا ہو اور کئی وقت اس کے فاقے سے گزر جاتے ہوں سپہ سالار ایسا مٹھی بھر نہتے انسانوں کو لے کر ہزاروں غرق آہن فوجوں سے کامیاب لڑائی لڑا ہو۔صلح پسند ایسا کہ ہزاروں پرجوش جان نثاروں کی ہم رکابی کے باوجود صلح کے کاغذات پر بے چون وچرا دستخط کر دیتا ہو۔شجاع ایسا کہ ہزاروں کے مقابلہ میں اکیلا تنہا کھڑا ہو اور رزم ایسا کہ انسانی خون کا قطرہ بھی اپنے ہاتھ سے نہ بہایا ہو باتعلق ایسا کہ عرب کے ذرّہ ذرّہ کی

اس کو فکر، بیوی بچوں کی فکر، غریب اور مفلس کی بھولی ہوئی دنیا کو سدھارنے کی فکر، غرض سارے جہاں کی اس کو فکر۔ بے تعلق ایسا کہ اپنے اللہ کے سوا کسی اور کی یاد اس کو نہ ہو اور اس کے سوا ہر چیز اس کے لیے بے معنی ہو اپنی ذات کے برا کہنے والوں سے کبھی بدلہ نہ لیا اور اپنے ذاتی دشمنوں کے حق میں دعائے خیر کی اور ان کا بھلا چاہا لیکن اللہ کے دشمنوں کو اس نے کبھی معاف نہ کیا۔ عین اس وقت جب لوگ اس کو شاہ عرب کہہ کر پکارتے ہیں وہ کھجور کی چٹائی کا تکیہ لگائے کھجور کی چٹائی پر بیٹھا نظر آتا ہے۔ عین اس وقت جب اطراف عرب سے آ کر اس کے صحن مسجد میں مال و اسباب کا انبار لگا ہوتا ہے اس کے گھر میں فاقہ کی تیاری ہو رہی ہوتی ہے عین اس وقت جب لڑائیوں کے قیدی مسلمانوں کے گھروں میں لونڈی اور غلام بن کر بھیجے جا رہے ہیں فاطمہؓ بنت رسول ﷺ اپنے ہاتھوں کے چھالے جو چکی پینے اور کندھوں کے نشان جو مشکیزہ بھر کر لانے سے پڑ گئے تھے دکھا کر ایک غلام کی خواہش کرتی ہیں تو آپ ﷺ اسے واپس موڑ دیتے ہیں عین اس وقت جب آدھا عرب آپ کے زیر نگین آ چکا تھا حضرت عمرؓ دربار نبوت میں حاضر ہو کر کاشانہ نبوت کا جائزہ لیتے ہیں تو آپ ﷺ ایک کھردری چٹائی پر آرام فرما رہے ہوتے ہیں جس سے جسم اطہر پر نشان پڑ گئے ہیں حضرت عمرؓ یہ حالت دیکھ کر آبدیدہ ہو جاتے ہیں۔ سبب دریافت ہوتا ہے تو حضرت عمرؓ کہتے ہیں یا رسول اللہ قیصر و کسریٰ تو دنیا کے مزے لوٹ رہے ہیں اور آپ ﷺ اس حالت میں! ارشاد ہوتا ہے اے عمر تم اس بات پر راضی نہیں کہ قیصر و کسریٰ دنیا کے مزے لوٹیں اور ہم آخرت کی سعادت۔

علامہؒ نے بھی اسی لیے فرمایا ہے۔

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا داری
ہر چہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری

سورہ کہف کے فضائل اور تعارف

(پروفیسر حافظ عبدالستار حامد)

تعارف سورۂ کہف: سورۂ کہف قرآن کریم کی چند مشہور سورتوں میں سے ایک سورت ہے۔ ''کہف'' کے معنی ''غار'' کے ہیں اور اس سورت میں اللہ کی توحید کی خاطر اور بادشاہ وقت کے ظلم وستم سے بچاؤ کے لئے چند نوجوانوں کے غار میں چھپنے کے واقعہ کو بڑی شرح وبسط سے بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے اس سورت کا نام ''سورۂ کہف'' ہے اور یہ لفظ اسی سورت کی آیت نمبر 9 میں ذکر کیا گیا ہے۔

یہ سورت نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی پر مکہ مکرمہ میں نازل فرمائی گئی۔ بعض علماء تفسیر کی رائے یہ ہے کہ اس کا نزول آپ ﷺ کی بعثت مبارکہ کے آٹھویں اور دسویں سال کے درمیان میں ہوا کہ جب حق وباطل کی کش مکش اپنے آخری مرحلے میں داخل ہو چکی تھی قریش اپنے تمام حربوں کے ساتھ توحید کی دعوت کو مٹا دینے پر تلے ہوئے تھے اور یہود ونصاریٰ نے بھی در پردہ ان کی حمایت ونصرت شروع کر دی تھی۔

ان حالات میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی وتشفی، مظلوم صحابہ کو صبر وعزیمت کی تلقین اور آنے والے حالات ومعاملات کی طرف لطیف اشارات یعنی اہل ایمان کو ہجرت پر آمادۂ وتیار کرنے کی غرض سے یہ سورت مقدسہ نازل فرمائی گئی اور مستقبل قریب میں حاصل ہونے والی غیبی فتوحات کی بشارت سنائی گئی۔

اس سورت طیبہ کے بارہ رکوع، ایک سو دس آیات، ایک ہزار پانچ سو ستر کلمات اور

چھ ہزار تین سو ساٹھ حروف ہیں۔ بالفاظ دیگر بارہ رکوعات'ایک سو دس آیات'ایک ہزار پانچ سو ستر کلمات اور چھ ہزار تین سو ساٹھ حروف کے اس مجموعے کا نام ''سورۂ کہف'' ہے۔

نبی آخر الزماں ﷺ کی مشہور حدیث ''ترجمہ: کہ جو مسلمان قرآن حکیم کا ایک حرف پڑھے گا اسے ایک نیکی ملے گی۔''

ترجمہ: اور ہر نیکی کا بدلہ دس گنا دیا جائے گا۔ کے مطابق سورۂ کہف کی تلاوت کی سعادت حاصل کرنے والے مومن کو رب تعالیٰ اپنی رحمت سے تریسٹھ ہزار چھ سو نیکیاں عطا فرمائے گا

مضامین سورۂ کہف: قرآن مجید کے پندرہویں سپارے کے تیرہویں رکوع سے شروع ہو کر سولہویں سپارے کے تین رکوعات پر محیط اس سورت مبارکہ میں ویسے تو کئی مضامین بیان فرمائے گئے ہیں مگر اس کے چند اہم عنوانات کی فہرست حسب ذیل ہے۔

1- عقیدۂ توحید کے دلائل اور شرک کی مذمت۔

2- قرآن حکیم کی خصوصیات اور اس کے فضائل۔

3- رسول رحمت ﷺ کی محبوبیت اور عبدیت۔

4- واقعہ اصحاب کہف کی تفصیلات اور حقیقت۔

5- دو باغوں والے کا واقعہ اور نتیجہ۔

6- حضرت آدمؑ کو ملائکہ کا سجدہ اور ابلیس کا انکار۔

7- واقعہ موسیٰؑ وخضرؑ وخضر کی تفصیلات اور حقائق۔

8- واقعہ ذوالقرنین۔

9- بدعت اور شرک بدعت کی مذمت۔

10- عقیدۂ آخرت اور ملاقات الٰہی کا اثبات۔

یہ دس وہ اہم موضوعات ہیں جن پر سورت کہف میں پوری تفصیل سے بحث کی گئی ہے

اللہ کریم ہمیں قرآن مجید سے محبت کرنے' اس کی تلاوت کرنے' اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

شانِ نزول: شانِ نزول یا سببِ نزول سے مراد وہ واقعہ اور پس منظر ہے جو کسی سورت یا آیت کے نزول کی وجہ اور باعث بنا ہو۔ سورۂ کہف کا شانِ نزول یہ ہے کہ۔

سرورِ کون و مکاں جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم واذن سے سرزمین مکہ میں اعلانِ نبوت فرمایا' توحید الٰہی کی تبلیغ شروع کی اور غیر اللہ کی پوجا' پرستش اور عبادت کی تردید و مذمت فرمائی اور مشرکین کے عقائد باطلہ اور اعمال فاسدہ کی قباحت و برائی سے پردہ اٹھایا تو اہل مکہ اس سے ازحد متعجب اور حیران ہوئے کہ ہم نے تو اپنی حاجات و مشکلات کو حل کروانے کے لئے بیت اللہ میں تین سو ساٹھ معبود بنا رکھے ہیں اور ان کے علاوہ بھی ہمارے کئی معبود موجود ہیں مگر محمد ﷺ ہمیں دعوت دیتے ہیں کہ ہم ان تمام معبودوں کو چھوڑ کر ایک "رب" کی پرستش کریں اور ہر معاملے میں اسی کو پکاریں۔ قرآن کریم ان کے تعجب وحیرت کو ذکر فرماتے ہوئے کہتا ہے۔

ترجمہ: اور اس امر پر تعجب کیا کہ ان کے پاس انہیں میں سے ڈرانے والا (محمد ﷺ) آیا' اور کافر کہنے لگے کہ یہ تو جھوٹا جادوگر ہے۔ کیا اس (محمد ﷺ) نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنالیا ہے بے شک یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔

قریش مکہ کی اکثریت ان پڑھ اور جاہل تھی اور حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہونے کے باوجود وہ گزشتہ انبیاء اور امتوں کے حالات سے ناآشنا اور ناواقف تھے اور جہالت و بت پرستی کی وجہ سے توحید الٰہی سے بے خبر اور قیامت کے بھی قائل نہ تھے۔ اس کے برعکس

یہود و نصاریٰ (جو بہت عرصہ قبل شام سے آ کر عرب میں آباد ہو گئے تھے) پڑھے لکھے تھے۔ مذہبی کتابوں سے واقف اور انبیاء و رسل کے احوال و واقعات سے باخبر تھے۔ اسی وجہ سے انہیں ''اھل کتاب'' کے معزز لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

عام دستور ہے کہ ان پڑھ لوگ ضرورت کے وقت اہل علم سے رجوع کرتے ہیں۔ اس لئے عرب کے یہ ''امی'' حالات و واقعات اور احوال دریافت کرنے کے لئے ان اہل کتاب کی طرف ہی رجوع کرتے اور ان کی معلومات پر اعتبار و اعتماد کرتے تھے۔

کفار مکہ نے نبی دو عالم ﷺ کی تبلیغ توحید کو روکنے کے لئے کئی تدبیریں اختیار کیں، سرورکون و مکاں ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے، آپ کے سر مبارک پر کوڑا کرکٹ پھینکا گیا، آپ اور آپ کے جانثاروں کو تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور رکھا گیا۔ صحابہ کرام کو طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا کیا گیا انہیں تپتے صحراؤں میں گھسیٹا گیا، ظلم و ستم کی انتہاء کر دی گئی مگر۔

اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

کے مصداق، اسلام کو قبول کرنے والوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا گیا تو قریش مکہ نے رسول کائنات ﷺ کے مشن کو روکنے کے لئے یہود و نصاریٰ سے تعاون حاصل کرنے کا فیصلہ کیا اور علمی انداز سے آپ کی تبلیغ کو غلط اور آپ کو جھوٹا ثابت کرنے کی منصوبہ بندی شروع کر دی۔ چنانچہ مکہ کے دو سرداروں عقبہ بن معیط اور نضر بن حارث کو ''یثرب'' (مدینہ) میں علمائے یہود کے پاس بھیجا گیا تا کہ ان کے مشورہ کی روشنی میں آپ کا راستہ روکنے کی کوشش کی جائے۔ مکہ کے یہ بزعم خویش سمجھدار اور دانا افراد علماء یہود کے پاس گئے اور ان سے اس بارے میں تفصیلی گفتگو کی اور آپ ﷺ کے کوائف و حالات سے انہیں آگاہ

کر کے ان کی رائے دریافت کی۔ یہودیوں نے ان سرداران مکہ کو یہودیوں اور عیسائیوں کی تاریخ سے متعلق تین ایسے سوالات بتائے کہ جن کا حجاز میں کوئی چرچا اور تذکرہ نہ تھا کہ تم محمد ﷺ سے یہ پوچھو۔

1- ان نوجوانوں کے حالات کیا ہیں۔ جو قدیم زمانے میں اپنے شہر سے نکل گئے تھے؟

2- وہ شخص کون تھا جس نے مشرق و مغرب کی سیاحت کی اور اس کے واقعات کیا تھے؟

3- روح کی حقیقت کیا ہے؟

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی علیہ الرحمہ کا خیال ہے کہ تیسرا سوال قصہ خضر سے متعلق تھا۔ علماء یہود نے قریش کے ان قاصدوں سے کہا کہ اگر محمد ﷺ نے ان سوالات کے صحیح جوابات دے دیئے۔ تو یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور ان کی اتباع تم پر لازم ہے کیونکہ وحی کے بغیر کوئی شخص ان سوالوں کے صحیح جواب نہیں دے سکتا۔ اور اگر اس سے ان سوالات کا صحیح جواب نہ بن سکے تو جان لینا کہ اس کے جھوٹا ہونے میں کوئی شک نہیں پھر تم اس سے جو چاہو سلوک کرو وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔

اہل مکہ کے یہ دونوں نمائندے واپس آ گئے اور قریشیوں سے کہا کہ ہم ایک فیصلہ کن بات لے کر لوٹے ہیں اور علماء یہود کا پورا واقعہ سنایا۔ اب اہل مکہ یہ سوالات لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے آپ نے سن کر فرمایا کہ میں ان سوالات کا جواب "کل دوں گا" آپ ﷺ نے کل جواب دینے کا وعدہ تو فرمالیا مگر انشاء اللہ کہنا بھول گئے۔ یہ لوگ تو واپس لوٹ گئے اور آپ وحی کے انتظار میں رہے کہ ان سوالات کا جواب مجھے بذریعہ وحی بتلا دیا جائے گا مگر اگلے دن تک کوئی وحی نہ آئی۔ ایک دن گزرا، دو دن ہوئے، تین دن ہوئے غرض اسی حال میں پندرہ دن گزر گئے کہ نہ جبرائیل آئے نہ وحی نازل ہوئی۔

قریش مکہ اور دوسرے لوگ آپ کا مذاق اڑاتے اور طعن وتشنیع کرتے اور طرح طرح کی باتیں بناتے۔جس سے آپ ازحد غمگین، پریشان اور محزون ہوئے۔(حالات کی سنگینی کا آپ خود اندازہ لگائیں کہ دشمنان اسلام کیا کیا بکتے ہوں گے) مکہ میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ محمد ﷺ نے کل جواب دینے کا وعدہ کیا تھا مگر پندرہ دن کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود کچھ نہیں بتلا سکے لہٰذا اس کے جھوٹا ہونے میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

آخر پندرہ دن کے بعد حضرت جبرائیلؑ "سورۂ کہف" لے کر نازل ہوئے اور سورت میں ان سوالات کے جوابات بیان فرمائے نیز تاخیر وحی کا سبب بھی بیان فرمایا کہ تمہارے ان شاء اللہ (اگر اللہ نے چاہا) نہ کہنے کی وجہ سے تمہیں یہ تکلیف اٹھانا پڑی لہٰذا آئندہ ہر کام کا وعدہ کرتے وقت انشاءاللہ ضرور کہنا ہوگا۔

اللہ رب العزت نے مخالفین اسلام کے سوالوں کے جوابات سے پیشتر وحی کی صداقت اور قرآن عزیز کی حقانیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری اور اس میں کوئی کجی نہ رکھی (بلکہ) ٹھیک اتاری تاکہ اللہ کی طرف سے آنے والے عذاب سے ڈرائے اور ایمان لانے والوں کو خوشخبری سنائے جو نیک اعمال کرتے ہیں بے شک ان کے لئے عمدہ اجر (جنت) ہے جس میں ہمیشہ رہیں گے۔

تفسیر روح المعانی میں حضرت انسؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "پوری سورۂ کہف ایک ہی وقت میں نازل ہوئی اور ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ آئے" جس سے اسکی عظمت وشان ظاہر ہوتی ہے۔

سورۂ کہف کی فضیلت: سورۂ کہف کی فضیلت، عظمت، بزرگی، تاثیر اور اس کی تلاوت کے

اثرات کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی کئی احادیث اور بزرگان سلف کے کئی اقوال ذکر کئے گئے ہیں جن میں سے چند ایک کا تذکرہ کرنے کی ہم سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

صحابی رسول حضرت ابوالدرداءؓ کا فرمان ہے کہ۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیات (اور ایک روایت میں ہے آخری دس آیات) حفظ کر لے گا وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ حضرت ابوسعید الخدریؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف کی قرات کر لے تو دوسرے جمعہ تک اس کا دل نور سے منور رہے گا۔ اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

نور ہی نور: بات چل رہی تھی جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھنے کی۔ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کرے گا اسے اس کے پاؤں کے تلوؤں سے لے کر آسمان کی بلندی تک نور ملے گا قیامت کے دن اسے خوب روشنی پہنچائے گا اور (سورۂ کہف کی برکت سے) دوسرے جمعہ تک اس کے صغیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔

اس حدیث کے بارے میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ اس کے مرفوع (فرمان رسول) ہونے میں نظر ہے۔ احسن بات یہ ہے کہ یہ روایت موقوف یعنی ابن عمرؓ کا قول ہے۔

حضرت ابوسعید الخدریؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۂ کہف کی

فضیلت کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

ترجمہ: جس نے سورۂ کہف کی تلاوت کی اس کے لئے ان کے مکان سے لے کر مکہ مکرمہ تک نور ہی نور پیدا کر دیا جائے گا۔

میرے عزیزو! قیامت کے اندھیروں اور قبر کی تاریکیوں میں روشنی کے چراغ جلانے کے لئے بڑا قیمتی نسخہ ہے کہ کثرت سے سورۂ کہف کی تلاوت کی جائے۔ نبی محترم امام الرسل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

ترجمہ: جس شخص نے سورۂ کہف اسی طرح پڑھی جس طرح نازل ہوئی ہے تو اس کے لئے قیامت کے دن نور ہی نور ہوگا۔

فتنوں سے محفوظ: سورۂ کہف کی بکثرت تلاوت کرنے والے خصوصاً جمعہ کے دن اس عظیم البرکت سورۃ کی قرات کرنے والے کو رب تعالیٰ ہر قسم کے فتنوں ابتلاؤں اور آزمائشوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

خلیفہ چہارم اور داماد رسول حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۂ کہف کی فضیلت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

ترجمہ: جس شخص نے جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھی تو وہ آٹھ دنوں تک ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ ومصئون رہے گا۔ اگر اس عرصہ میں دجال بھی آجائے تو اس کے فتنہ سے بھی بچالیا جائے گا۔

دجال کا فتنہ انتہائی پریشان کن اذیت ناک اور ناقابل برداشت ہوگا۔ مگر سورۂ کہف کی تلاوت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ دجال کے شر انگیز فتنہ سے بھی محفوظ فرمائے گا۔ سبحان اللہ۔

دس دن کے گناہ معاف: سورۂ کہف کی تلاوت اور قرات کے اجر وثواب کی کثرت اور اس کی برکات وفضائل کا یہ عالم ہے کہ اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت سے دس دنوں کے (صغیرہ) گناہ

معاف ہو جاتے ہیں اور آسمان و زمین کی وسعت میں اس کا اجر عظیم سما نہیں سکتا اور اس کی آخری پانچ آیات کی خصوصیت اور تاثیر یہ ہے کہ رات کو سوتے وقت ان کی تلاوت کی برکت سے حسب خواہش رات کے جس حصہ میں آدمی چاہے اللہ تعالیٰ اسے بیدار کر دیتا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، طاہرہ، مطہرہ، زاکیہ، مزکیہ فرماتی ہیں کہ سرورِ دو جہاں ﷺ نے سورۂ کہف کی بزرگی بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

ترجمہ: کیا میں تمہیں ایسی سورت کی خبر نہ دوں جس کی عظمت نے آسمان و زمین کی وسعتوں کو بھر دیا ہے اور اس سورت کے لکھنے والے کو بھی اتنا ہی وسیع اجر و ثواب ملے گا۔ اور جس نے اس سورت کو جمعہ کے دن پڑھا اس کے ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ اور مزید تین دنوں کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اور جو رات کو سوتے وقت اس سورت کی آخری پانچ آیات کی تلاوت کر لے تو جب چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے بیدار کر دے گا۔ صحابہؓ نے عرض کی، اللہ کے رسول! ایسی سورت ضرور بتائیے، آپ ﷺ نے فرمایا "وہ اصحاب کہف والی سورت ہے۔"

شیطان کا داخلہ بند: سورۂ کہف قرآن کریم کی ان بابرکت سورتوں میں سے ایک سورت ہے جن کی تلاوت سے شیطان بھاگتا ہے اور جس گھر میں سورۂ کہف پڑھی جاتی ہو، وہاں شیطان داخل نہیں ہو سکتا۔ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس گھر میں (رات کو) سورۂ کہف کی تلاوت کی گئی ہو اس گھر میں اس رات شیطان داخل نہیں ہوتا۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جن گھروں اور مکانات میں شیطانی اثرات ہوں وہاں سورۂ کہف کی تلاوت کی جائے تو وہ اثرات ختم ہو جاتے ہیں اور وہ گھر امن و سکون کا گہوارا بن جاتا ہے۔

تاثیر سورۂ کہف: محترم حضرات ! سورۂ کہف کی تلاوت کرنے والے کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ۔اسے پڑھنے والے کیلئے قیامت کی تاریکیوں میں نور اور روشنی کا انتظام کردیا جاتا ہے'اسے حفظ کرنے والے کوفتنہ دجال سے محفوظ رکھا جاتا ہےاور جس گھر میں اس کی قرات کی جائے وہاں شیطان کا داخلہ بند ہو جاتا ہےاور رحمت کے فرشتوں کی آمد شروع ہو جاتی ہے ۔جس مکان میں یہ سورت تلاوت کی جائے اسے رب کی رحمت اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہےاور وہاں رحمت و برکت کا سایہ کردیا جاتا ہے ۔سبحان اللہ۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت براء بن عازبؓ بیان فرماتے ہیں'ایک دفعہ حضرت اسید بن حضیرؓ رات کے وقت (نماز تہجد میں) ترجمہ: سورۂ کہف کی تلاوت فرما رہے تھے اوران کے قریب ایک طرف (ان کا) گھوڑا دو رسیوں سے بندھا ہوا تھا کہ اچانک بادل نے اسے ڈھانپ لیا اور وہ بادل مسلسل نزدیک ہوتا جارہا تھااور گھوڑا بھاگنے کی کوشش کرنے لگا۔جب صبح ہوئی تو اس (اسید بن حضیر) نے یہ واقعہ نبی کریمﷺ سے بیان کیا تو آپﷺ نے فرمایا ''یہ وہ سکینت تھی جو قرآن (سورۂ کہف) کی تلاوت کی وجہ سے اتری تھی

1- حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ ''سکینہ'' ایک اڑنے والی روح ہے ۔

2- امام سدی علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ یہ جنت کے سونے کا ایک تھال ہے جس میں انبیاء کے قلوب کو دھویا جاتا ہے۔

3- امام ضحاک بن مزاحم علیہ الرحمہ کا خیال ہے کہ یہ اللہ کی رحمت اور سکون قلب ہے۔

4- بعض علماء کا قول ہے کہ اس سے مراد اطمینان' وقار یا فرشتوں کا نزول ہے۔

قرآن کی فریاد

(ماہرالقادری)

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں، آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویذ بنایا جاتا ہوں، دھودھو کے پلایا جاتا ہوں

جزدان حریر وریشم کے، اور پھول ستارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے، خوشبو میں بسایا جاتا ہوں

جس طرح سے طوطے مینا کو، کچھ بول سکھائے جاتے ہیں
اس طرح پڑھایا جاتا ہوں، اس طرح سکھایا جاتا ہوں

جب قول وقسم لینے کے لیے، تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت پڑتی ہے، ہاتھوں پہ اُٹھایا جاتا ہوں

دل سوز سے خالی رہتے ہیں، آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں
کہنے کو میں اک اک جلسہ میں، پڑھ پڑھ کے سنایا جاتا ہوں

نیکی پہ بدی کا غلبہ ہے، سچائی سے بڑھ کر دھوکا ہے
اک بار ہنسایا جاتا ہوں، سو بار رُلایا جاتا ہوں

یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے، قانون پہ راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں، ایسے بھی ستایا جاتا ہوں

کس بزم میں مجھ کو بار نہیں، کس عُرس میں میری دُھوم نہیں
پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں، مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں

تصوف کا مقصد اور اس کی حقیقت

(محمد منظور نعمانی)

الحمد اللہ کہ اب اس باب میں کسی طرح کا کوئی شک و شبہ نہیں رہا کہ تصوف اور اس کے اعمال و اشغال کا اصل مقصد دین کی تکمیل اور خصوصاً ان کی کیفیات اور ملکات کی تحصیل کے سوا کچھ نہیں ہے جن کو کتاب و سنت ہی میں کمال ایمان و اسلام کی ضروری شرط قرار دیا گیا ہے۔ چونکہ اس بارے میں بہت سے حضرات کے ذہنوں میں الجھنیں ہیں، اس لیے جو کچھ اس سلسلہ میں، میں نے سمجھا ہے اس کو تفصیل سے عرض کرتا ہوں۔

قرآن و حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور دین کی تکمیل کے عقائد اور اعمال کی صحت کے علاوہ انسان کے قلب اور باطن میں کچھ خاص کیفیات کا ہونا بھی ضروری ہے۔ مثلاً محبت کے بارے میں سورہ بقرہ کی ایک آیت میں ارشاد ہے: (المومنون: ع:۴)

''بے شک وہ لوگ جو اپنے رب کی ہیبت سے خوفزدہ رہتے ہیں اور جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے ہیں اور وہ جن کا حال یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں اور نیکی کے کاموں میں اپنا مال خرچ کرتے وقت اور اسی طرح (دوسرے نیک کاموں میں) انکے دل خائف رہتے ہیں کہ ان کو اللہ کے حضور میں لوٹ کے جانا ہے (نامعلوم ان کے یہ عمل قبول ہوں یا نہ ہوں) وہی لوگ بھلائیوں کی طرف تیز گامی کرتے ہیں اور وہی ان کے لئے دوڑ کر بڑھنے والے ہیں''۔

اور سورۂ زمر میں ارشاد فرمایا گیا ہے:۔ (زمر۔ع۔۳)

''اس سے ان لوگوں کے بدن کانپنے لگتے ہیں اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور پھر ان کا ظاہر و باطن نرم ہو کر اللہ کی یاد کی طرف جھک جاتا ہے''۔

اور سورۂ آلِ عمران میں ارشاد ہے:۔

''وہ لوگ جن کا یہ حال ہے کہ اللہ کو (ہر وقت اور ہر حالت میں) یاد کرتے اور یاد رکھتے ہیں، کھڑے، بیٹھے اور بستروں پر لیٹے ہوئے بھی''۔

اور سورۂ مزمل میں رسول اللہ ﷺ کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

''اور اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو اور سب سے بے تعلق ہو کر اسی کی طرف متوجہ رہو''۔

ان آیتوں میں جن اوصاف و کیفیات کو اہل ایمان کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے اور جن کا ان سے مطالبہ کیا گیا ہے، وہ یہ ہیں:۔

1۔ ہر چیز سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہو۔

2۔ ان کے دل کی یہ حالت ہو کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو اس میں خوف اور لرزش کی کیفیت پیدا ہو جائے۔

3۔ ان کے سامنے جب آیات الٰہی کی تلاوت کی جائے تو ان کے نور ایمان میں اضافہ ہو۔

4۔ اللہ پر توکل اور بھروسہ رکھتے ہوں اور یہ توکل اور اعتماد علی اللہ ہی ان کی زندگی کا سب سے بڑا سہارا ہو۔

5۔ وہ ہر دم اللہ کی ہیبت سے خوف زدہ رہتے ہیں۔

6۔ اللہ کا خوف ان پر اتنا غالب ہو کہ نیکی کرتے وقت بھی ان کے دل ڈرتے ہوں کہ معلوم نہیں ہماری یہ نیکی قابل قبول بھی ہو گی یا نہیں۔

7۔ قرآن مجید کی تلاوت یا اس کی آیتیں سننے سے ان کے جسم کانپ جاتے ہوں اور ان کا ظاہر و باطن اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس کی یاد کیطرف جھک جاتا ہو۔

8۔ وہ ہر وقت اور ہر حالت میں اللہ کو یاد رکھتے ہوں اور کسی حال میں بھی اس سے غافل نہ ہوتے ہوں۔

9۔ ہر طرف سے منقطع ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہونا ان کا حال ہو۔

اور قرآن مجید کے علاوہ حدیث کے مستند ذخیرہ میں بھی اس سے زیادہ صفائی اور صراحت کے ساتھ اس قسم کے احوال و کیفیات کا ذکر کیا گیا ہے جن سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے مثلاً ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے:۔

''جس شخص کا یہ حال ہو کہ وہ اللہ ہی کے لئے محبت کرے (جن سے محبت رکھے) اور اللہ ہی کے لئے بغض رکھے (جن سے بغض کرے) اور اللہ ہی کے لئے دے (جس کو جو کچھ بھی دے) اور کسی کو کچھ دینے سے اللہ کی رضا ہی کے لئے ہاتھ روکے (جس کو بھی دینے سے ہاتھ روکے) تو اس نے اپنا ایمان کامل کرلیا''۔

اسی طرح مشہور حدیث جبرائیل میں ایمان اور اسلام کی تکمیل کا نام احسان بتلایا گیا ہے اور اس کی حقیقت یہ بیان کی گئی ہے:۔ (فتح الباری)

''احسان کا مقام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اور بندگی اسی طرح کرو یا اس سے ہر دم اس طرح ڈرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو کیونکہ اگر چہ تم اس کو نہیں دیکھتے ہو، پر وہ تم کو (ہر جگہ اور ہر آن) دیکھتا ہے''۔

پہلی حدیث میں ''اخلاص'' کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں ''احسان'' کا اور یہ دونوں ان ہی احوال و کیفیات میں سے ہیں جن سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔

دین میں ان احوال و کیفیات کی اس قدر اہمیت ہے کہ رسول اللہﷺ ان کے حصول اور ان میں ترقی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں فرماتے تھے۔اس سلسلہ کی یہ چند دعائیں اس عاجز کے نزدیک خاص طور سے غور اور توجہ کے لائق ہیں:۔

''اے اللہ! مجھے ایسا کر دے کہ تیری محبت مجھے اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال سے اور (سخت پیاس کے وقت) ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب ہو''۔

''اے اللہ! مجھے ایسا کر دے کہ ہر قابل محبت چیز سے زیادہ تیری محبت مجھے محبوب ہو اور ڈرنے کے قابل ہر چیز سے زیادہ مجھے تیرا ڈر اور خوف ہو اور اپنی ملاقات کا شوق میرے دل پر ایسا غالب کر دے کہ دنیا کی ساری حاجتیں مجھ سے کٹ جائیں اور جب دنیا والوں کو انکی چاہتی دنیا دیکر ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرے تو میری آنکھیں اپنی عبادت سے ٹھنڈی کر اور اپنی عبادت کے ذریعہ میرے دل میں سکون اور ٹھنڈک پیدا کر''۔

''اے اللہ! میں تجھ سے وہ ایمان مانگتا ہوں جو میرے دل میں پیوست ہو جائے اور وہ سچا یقین مانگتا ہوں جس کے بعد میرے دل کو اس بات کا یقین اور قطعی علم حاصل ہو جائے کہ مجھ پر صرف وہ حالت آسکتی ہے اور آئیگی جو تو نے میرے لئے لکھ دی ہے (یعنی یہ علم میرے دل کا حال ہو جائے) اور اس دنیا میں جس قسم کا گزارہ تو نے میرے لئے مقرر اور مقدر کر دیا ہے میں اس پر اپنے دل کی رضا تجھ سے مانگتا ہوں''۔

''اے اللہ جو اعمال تجھے پسند ہیں میں ان کی توفیق تجھ سے مانگتا ہوں اور سچے توکل کا تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے ساتھ حسن ظن کی تجھ سے ہی استدعا کرتا ہوں''۔

''اے اللہ! میں تجھ سے ایسا نفس مانگتا ہوں جسے تجھ ہی سے اطمینان اور انس حاصل ہو، جسے تیری ملاقات پر سچا ایمان اور یقین نصیب ہو جو تیری قضا وقدر پر راضی ہو اور

جو تیرے دین پر قانع ہو"۔

"اے اللہ! میرے دل کے کان اپنے ذکر کیلئے کھول دے"۔ اے اللہ! میں تجھ سے ایسے قلوب کا سوال کرتا ہوں جو نرم اور درد آشنا ہوں، ٹوٹے ہوئے ہوں اور تیری طرف رجوع کرنے والے ہوں"۔ "اے اللہ! میرے دل میں خطرے اور خیالات بھی بس تیرے خوف اور تیری یاد ہی کے آئیں اور میری تمام تر توجہ اور چاہت ان ہی چیزوں کی طرف ہو جو تجھے محبوب ہوں اور جن سے تو راضی ہو"۔ "اے اللہ! میرے قلب میں نور بھر دے اور مجھے نور عطا فرمادے اور مجھے سراپا نور بنادے"۔

یہ سب دعائیں (اور اس قسم کی بیسیوں دعائیں) کتب حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہیں۔ آپؐ خود بھی یہ دعائیں اللہ تعالیٰ سے مانگتے تھے اور امت کو ان دعاؤں کی تعلیم و تلقین بھی فرماتے تھے۔

ان دعاؤں میں جن چیزوں کا سوال اللہ تعالیٰ سے کیا گیا ہے۔ وہ سب انسان کے باطن اور قلب کی خاص کیفیات ہیں۔ مثلاً ہر چیز سے زیادہ اللہ کی محبت، ہر چیز سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف، اللہ سے شوق ملاقات کا ایسا غلبہ کہ دنیا کی ضروریات اور خواہشات فراموش یا فنا ہو جائیں۔ عبادت میں آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سکون ملنا، اللہ تعالیٰ سے ہر دم اس طرح ڈرنا کہ گویا وہ اپنے جلال و جبروت کے ساتھ ہماری نگاہ کے سامنے ہے، یقین صادق، رضا بالقضاء، توکل علی اللہ، حسن ظن باللہ، نفس کا اللہ تعالیٰ سے مطمئن اور مانوس ہونا اور اس کی عطا پر قانع ہونا۔ ذکر اللہ سے قلب کا اثر لینا۔ اس کا درد آشنا اور ٹوٹا ہوا اور جھکا ہوا ہونا۔ اللہ سے قلب کا تعلق اس درجہ ہو جانا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کا خوف وساوس اور خطرات کی جگہ بھی لے لے اور بندہ کا جی صرف انہی چیزوں کو چاہے جو اللہ کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہیں۔

نور سے قلب کا معمور ہو جانا۔

ظاہر ہے کہ ان چیزوں کا تعلق نہ عقائد کے باب سے ہے، نہ اعمال کے باب سے بلکہ یہ سب قلبی کیفیات اور احوال ہیں اور دین میں ان کی اتنی اہمیت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالٰی سے ان کا سوال کرتے ہیں۔

پس تصوف دراصل اس قسم کی چیزوں کی تحصیل کا ذریعہ ہے اور اس کے خاص اعمال واشغال (مثلاً صحبت، شیخ اور کثرت ذکر وفکر) کی حیثیت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہ ان کیفیات کے پیدا کرنے کی تدبیریں ہیں۔ایسی جن کی تجربہ تصدیق کرتا ہے اور صاف ذہن رکھنے والے لوگوں کے لئے ان کی نفسیاتی اور عقلی توجیہ بھی کچھ مشکل نہیں ہے۔

یہاں یہ عرض کر دینا بھی غالباً قارئین کے لیے مفید ہو گا کہ مندرہ بالا آیات و احادیث اور دعاؤں سے جن قلبی کیفیات کا دین میں مطلوب ومقصود ہونا بھی معلوم ہو چکا ہے۔ان میں سے چند مثلاً عشق اور یقین اور قلب کی رقت اور سوز و گداز یہ تو اصل و بنیاد کا درجہ رکھتی ہیں اور باقی زیادہ تر ان کے نتائج اور لوازم ہیں۔اس لیے تصوف کے ان اعمال و اشغال کے ذریعہ براہ راست صرف ان بنیادی کیفیات ہی کو قلب میں پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔جس کے بعد باقی چیزیں خودبخود پیدا ہو جاتی ہیں۔یہ ہے وہ اصولی نظریہ جس پر تصوف کی بنیاد ہے اور جس کی بناء پر اس کو دین کا تکمیلی شعبہ بھی سمجھا جاتا ہے۔

یہ عاجز بلا کسی انکسار کے عرض کرتا ہے کہ اپنی کم ہمتی اور لا ابالی پن اور کچھ خاص حالات کی وجہ سے چونکہ میں اس سلسلہ کے تجربہ کی طرف پوری توجہ نہیں دے سکا۔اس لئے خود تو ان کیفیات سے خالی اور محروم ہی ہوں۔لیکن جو تھوڑی سی اور برائے نام توجہ کی جا سکی اور اس راہ کے بعض اکابرین کی خدمت میں کبھی کبھی حاضری کی جو توفیق اس سلسلے میں ملتی رہی

اسی سے الحمد للہ یہ یقین اور اطمینان حاصل ہو گیا کہ تصوف اور اس کے اعمال و اشغال کی غرض و غایت اور ان کی حقیقت کے متعلق ان بزرگ نے جو کچھ ارشاد فرمایا تھا وہ صحیح ہے۔

2۔ اور دل و دماغ نے یہ بھی مان لیا کہ تصوف کے ذریعہ جن قلبی کیفیات اور ملکات کی تحصیل کی کوشش کی جاتی ہے، دین کی تکمیل اور ایمانی حلاوت کا حصول ان پر موقوف ہے،۔

3۔ اس کا بھی یقین حاصل ہوا کہ تصوف ایمان و اسلام کی تکمیل کے علاوہ ایک خاص قسم کی روح اور طاقت پیدا کرنے کا بھی ذریعہ ہے اور اگر صلاحیت اور طبیعت کو مناسبت ہو تو یقین اور اعتماد، ہمت و عزیمت، صبر و توکل اور ماسویٰ اللہ سے بے خوفی جیسے اوصاف (جو طاقت کا سرچشمہ ہیں) تصوف کے ذریعے ان کو پیدا کیا جا سکتا ہے اور ابھارا جا سکتا ہے۔ اسی لیے تصوف کو اپنانے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا سب سے بڑا حق میرے نزدیک اللہ تعالیٰ کے ان بندوں کو ہے جو بے دینی کی اس دنیا میں انبیاء علیہم السلام کے طرز اور طریقے پر کسی بھی اصلاحی تبدیلی کے لئے مصروف جدوجہد ہیں اور مادہ پرستی کی فضا کو خدا پرستی کی فضا سے بدلنا چاہتے ہیں۔

4۔ تصوف سے دوری اور بے خبری کے دور میں میری یہ رائے تھی کہ تصوف کا قالب ہم کو بدل دینا چاہئے اور اس کی روح کو برقرار رکھتے ہوئے ایک نئے سانچے میں اس کو ڈھال دینا چاہئے لیکن بعد میں جب تصوف اور اس کے حاملین سے کچھ قرب پیدا ہوا تو معلوم ہوا کہ صورت اور قالب میں ترمیم اور تبدیلی کا عمل برابر جاری ہے اور خود ہماری اس صدی میں بھی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ وغیرہ نے اپنے تجربہ اور اجتہاد سے اس میں بہت کچھ تجدید و ترمیم کی ہے اور زمانہ حاضر کے تقاضوں کے مطابق اس کو بہت مختصر اور سائنٹیفک کر دیا ہے اور اب بھی یہ راہ کھلی ہوئی ہے اور

بلاشبہ سلوک میں تجدید کے اس سلسلہ کو برابر جاری رہنا چاہئے۔لیکن اس کا اب پورا پورا یقین ہوگیا کہ یہ کام صرف وہی حضرات کرسکتے ہیں جو اس فن کے امام اور خود اس سمندر کے شناور ہوں، ورنہ اگر اس خدمت کی ذمہ داری میرے ایسے حضرات نے لے لی جنہوں نے نہ اس شعبہ کی تکمیل کی ہے اور نہ اس کے ساتھ ان کا گہرا عملی تعلق رہا ہے تو اس کا بڑا امکان ہے کہ اخلاص اور ذہانت کے باوجود تصوف میں ان کی اصلاح و ترمیم خدانخواستہ اسی قسم کی ہو جیسی کسی روایتی بڑھیا نے شاہی باز کی مرمت کی تھی۔

5۔ تصوف اور اہل تصوف سے قریب ہونے کے بعد جن چند باتوں کا یقین حاصل ہوا۔ان میں سے ایک قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ کوئی شخص خواہ کتنا ہی پڑھا لکھا اور کیسا ہی ذہین و فطین ہو۔تصوف سے صحیح واقفیت حاصل کرنے اور اس کے مالہ و ماعلیہ کو علی وجہ البصیرت جاننے کے لئے اس کو بھی اس کی ضرورت ہے کہ تصوف کی حامل کسی شخصیت کی صحبت اور خدمت میں اس کا کچھ وقت گزرے اور اس شعبہ کا عملی تجربہ حاصل کرنے پر بھی وہ زندگی کے کچھ دن صرف کرے،اس کے بغیر تصوف کو پوری طرح سمجھا اور جانا نہیں جا سکتا۔

جن صاحب ارشاد بزرگ کی خانقاہ میں اپنی حاضری کا ذکر گزشتہ صفحات میں راقم سطور کر چکا ہے۔ایک موقع پر میرے ہی ایک سوال کے جواب میں موصوف نے اس حقیقت کو ان لفظوں میں ارشاد فرمایا تھا:۔

"گھر کے اندر کی چیزوں کا پورا علم تو گھر میں داخل ہو کر ہی حاصل کیا جا سکتا ہے"۔

الغرض تھوڑے سے ہی تجربے سے ارباب تصوف و سلوک کے اس مشہور مقولہ کی تصدیق حاصل ہوگئی کہ "یعنی لذت اس مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی" کچھ دن ہوئے ایک بڑے اچھے ذی علم اور ذہین، صاحب قلم دوست کی ایک تحریر کے مطالعہ کا اتفاق ہوا تھا جس

میں انہوں نے تصوف پر اظہار خیال کیا تھا۔ کم از کم ناچیز کو تو ایسا کچھ محسوس ہوا کہ کوئی بڑا ذہین بچہ کسی ایسے موضوع پر اظہار خیال کر رہا ہے جس کے مبادی سے بھی واقفیت حاصل کرنے کا اس کو موقع نہیں ملا ہے مگر پھر بھی اس کی ذہانت قابل داد ہے۔

6۔ تصوف اور اس کے بعض حلقوں کے اس چند روزہ ہی قرب و تعلق سے یہ بھی اندازہ ہوا کہ جس طرح دین کے دوسرے شعبے کی طرف اچھی صلاحیتیں رکھنے والے افراد فی زمانہ بہت کم متوجہ ہوتے ہیں۔ مثلاً دیکھا جا رہا ہے کہ علم دین کے طالبوں اور علیٰ ہذا دین کی دعوت و خدمت کی طرف توجہ کرنے والوں میں بہت بڑی تعداد آج کل ان ہی بے چاروں کی ہوتی ہے جو صلاحیتوں کے لحاظ سے بہت ادنیٰ اور پست درجہ کے ہوتے ہیں۔ بالکل یہی، بلکہ شاید دین کے دوسرے شعبوں سے زیادہ افسوسناک اور ابتر حال اس لحاظ سے دین کے اس شعبہ (تصوف) کا بھی ہے۔ اس وقت ان خانقاہوں سے بحث نہیں، جو دراصل دھوکہ فریب کی دکانیں ہیں اور جہاں اولیاء اللہ کے نام پر شرک و بدعت کا کاروبار ہوتا ہے اور نہ یہاں ان نااہل موروثی سجادہ نشینوں اور پیشہ ور پیروں، صوفیوں کا ذکر ہے جو تصوف کے نام اور بزرگوں کی نسبت کی تجارت کرتے ہیں، بلکہ جو واقعی مشائخ حق اور صاحب ارشاد ہیں۔ ان کے پاس بھی جو طالب بن کر آتے ہیں۔ دیکھا جاتا ہے کہ (شاذ و نادر مثالوں کو مستثنیٰ کر کے) دل و دماغ کی صلاحیتوں کے لحاظ سے وہ بے چارے عموماً نیچی ہی سطح کے ہوتے ہیں اور اگر چہ اپنے اخلاص اور اپنی صادق طلب اور محنت سے ان میں سے بھی بہت سے اس شعبہ کی کچھ برکتیں ضرور حاصل کر لیتے ہیں لیکن ظاہر بات ہے کہ وہ بے چارے خانقاہی فیضان و تربیت کا ایسا نمونہ تو نہیں بن سکتے ہیں جن کا حال اور قال خانقاہیت کی بدنامی اور تصوف و روحانیت بیزاری کے اس دور میں دین کے اس شعبہ کی اہمیت اور افادیت تسلیم کرنے پر لوگوں کو مجبور کر دے۔

اصولی بات ہے کہ جو کام جتنا زیادہ بلند اور لطیف و نازک ہو اس کے کرنیوالے بھی اسی وجہ کے ہونے چاہئیں۔ موجودہ دور میں تصوف کی ناکامی اور بدنامی کا بڑا اسبب یہ بھی ہے کہ جو اس کے اہل ہیں وہ توجہ نہیں کرتے۔ اور جو بے چارے توجہ کرتے ہیں عموماً ان کی صلاحیتیں معمولی ہوتی ہیں لیکن دنیا ان ہی کو پھل سمجھ کر اصل درخت کے متعلق رائے قائم کرتی ہے۔

7۔ اس موقع پر ایک چیز خود مشائخ کرام کے متعلق بھی ناظرین سے بے تکلف عرض کرنا ضروری ہے:۔

جس طرح دنیا میں آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو کامیاب وکیل ہو، وہ اچھا ڈاکٹر بھی ہو اور جو بالغ النظر فلسفی ہو وہ سیاسیات یا معاشیات کا ماہر بھی ہو اور جو ماہر فن انجینئر ہو وہ اچھا ادیب اور شاعر بھی ہو۔ بعینہ یہی حال دین کے مختلف شعبوں کا بھی ہے۔ بالکل ضروری نہیں ہے کہ جو شخص وسیع النظر عالم اور بلند پایہ محدث یا فقیہ ہو وہ تصوف میں بھی خاص دستگاہ رکھتا ہو یا جو صاحب قلب صوفی اور عارف ہو۔ وہ اسلامی قانون کا ماہر بھی ہو اور عہد حاضر کے اہم مسائل کے بارہ میں دینی نقطہ نظر سے صحیح رائے قائم کرنے والی مجتہدانہ فکرو بصیرت بھی رکھتا ہو۔ بلکہ حقائق اور واقعات کی اس دنیا میں پہلے بھی اکثر ایسا ہی ہوا ہے اور ہمارے اس زمانہ میں تو تقریباً 90,90 فیصد ایسا ہی ہے کہ جو کسی ایک شعبہ میں ماہر اور کامل ہوتا ہے وہ دوسرے شعبوں میں اکثر خام ہی ہوتا ہے۔ اس لیے اس زمانہ میں ایسے لوگ اکثر مایوس اور محروم ہی رہتے ہیں جو صرف کسی ایسے ہی شخص سے استفادہ کرنا چاہتے ہوں جو ان کے مفروضہ معیار کے مطابق ہر جہت سے کامل مکمل ہو۔

یاد آتا ہے راقم سطور نے اپنے ایک محترم دوست سے اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے ایک دفعہ عرض کیا تھا:۔

''وہ آپ ماضی اور حال کے متعدد ایسے حضرات سے یقیناً واقف ہیں جن کی زندگی آپ کی نظر میں دین اور تقویٰ کا کوئی اچھا اور قابل تقلید نمونہ نہیں ہے اور بالخصوص اخلاص و احسان اور توکل و تسلیم جیسی اعلیٰ ایمانی صفات و کیفیات میں آپ کے نزدیک ان حضرات کا کوئی بھی خاص یا عام مقام نہیں ہے۔لیکن اس کے باوجود ان کا علم و فکر اور ان کی خداداد ذہانت اور بصیرت آپ کے خیال میں قابل استفادہ ہے اور ہم آپ ان کی چیزوں سے برابر استفادہ کرتے ہیں اور ان لوگوں کو غلطی پر سمجھتے ہیں جو صرف ان کے علمی اور تحقیقی کوششوں سے اس لیے فائدہ نہیں اٹھاتے کہ وہ ان کی نیک خواہش کے مطابق کوئی بڑے بزرگ اور صوفی قسم کے آدمی نہیں ہیں۔اسی طرح ہم اللہ کے کچھ بندوں کو ایسا پاتے ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی میں تصوف اور سلوک پر زیادہ توجہ دی اور کسی شیخ کامل کی رہنمائی اور نگرانی میں اپنے وقت اور اپنی قوتوں کا بڑا حصہ اس شعبہ کی تحصیل اور تکمیل پر صرف کیا اور اس لیے اس میں انہیں اختصاص اور امتیاز کا مقام حاصل ہو گیا۔لیکن کسی دوسرے شعبے میں مثلاً علم و فکر ہی میں ہم دیکھتے ہیں کہ انہیں کوئی خاص بلندی حاصل نہیں ہے اور اس لیے دین کی بعض ضرورتوں کو جن کو ہم بہت اہم سمجھتے ہیں، وہ اچھی طرح محسوس بھی نہیں کرتے اور ملت کے مشکل اور اہم اجتماعی مسائل میں وہ بہتر رہنمائی نہیں کر سکتے یا فرض کیجئے کہ مطالعہ یا غور و توجہ کی کمی کی وجہ سے وہ وقت کے بہت سے اہم معاملات کو صحیح طور پر سمجھتے بھی نہیں تو ان خامیوں کو دیکھ کر ان کے اس کمال کی بھی نفی کرنا جو واقع میں ان کو حاصل ہے اور اپنی احتیاج کے باوجود اس شعبہ میں بھی ان سے ہمارا استفادہ نہ کرنا ان ہی لوگوں کی جیسی عامیانہ غلطی ہے جن کو تنگ نظری اور تاریک خیالی کا مریض سمجھا جاتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ جی تو اپنا بھی یہی چاہتا ہے اور ہر اچھا بھلا آدمی یہی چاہے گا کہ جو شیخ خانقاہ اور عارف حق آگاہ ہو وہ بلند پایہ مفسر و محدث اور بالغ النظر فقیہ و مجتہد بھی ہو بلکہ ساتھ ہی ملت کی قیادت اور امامت کبریٰ کی ذمہ داریوں کو ادا کرنیکی بھی پوری صلاحیت رکھتا ہو اور اسی طرح جو اچھی نظر و فکر رکھنے والا عالم دین ہو وہ اسلامی شریعت و قانون میں مہارت رکھنے کے علاوہ امت کی قیادت اور حکومت کے نظام کو چلانے کی اعلیٰ صلاحیت بھی رکھتا ہو اور مزید برآں اپنے قلب و باطن کے لحاظ سے اپنے دور کا جنید و بایزید بھی ہو لیکن یہ تو صرف ہمارے جی کی چاہت اور ایک خوشگوار تمنا ہوئی۔ اور یہ دنیا جس میں ہم رہتے ہیں وہ خیالات اور تمناؤں کی دنیا نہیں ہے بلکہ حقائق و واقعات کی دنیا ہے اور عملی آدمی کو اپنا طرز عمل واقعات ہی کی اس دنیا کو سامنے رکھ کر متعین کرنا چاہیے۔

دعائے مغفرت

بابا جان محمد یعقوب توحیدی کی بھتیجی

وزیرآباد سے حکیم طارق محمود الحسن خضری کے بہنوئی

راولپنڈی سے طارق محمود کی والدہ

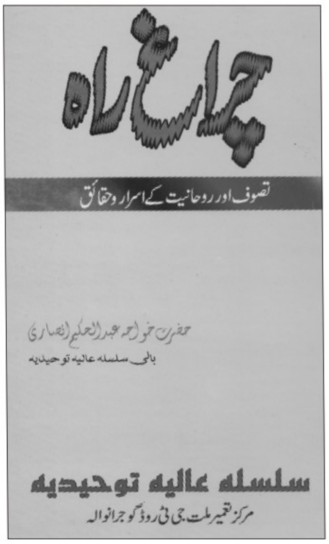
راولپنڈی سے منظور احمد کی والدہ

بقضائے الٰہی وفات پاگئے ہیں (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیۡہِ رَاجِعونَ)

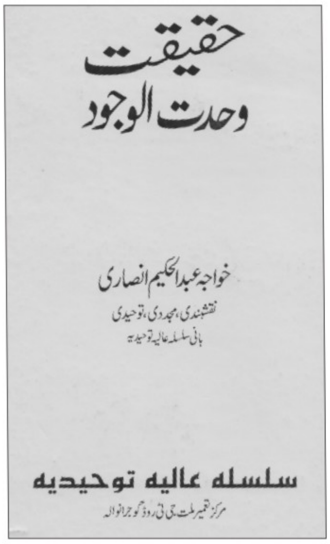
مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات ،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اورصوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پراثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔



وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اورناگزیریت ،بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اورروحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔



سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com